يا ايها الناس قد جاءكم برهان من ربكم وانزلنا اليكم نورا مبينا

# آغاز اسلام

(ترجمہ)

# بدء الاسلام

(مؤلفہ)

شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی مرحوم

(جس کو)

علیا جناب میمونہ سلطان شاہ بانو صاحبہ (بیگم صاحبہ نوابزادہ میجر محمد حمید اللہ خان صاحب بہادر) نے مسلمان لڑکیون کے واسطے فارسی سے اردو مین ترجمہ کرکے شائع فرمایا۔

اور

جو

سنہ ۱۹۱۵ء

# فہرست مضامین کتاب آغاز اسلام

ھُوَالرَّحمٰنُ الرَّحِیمُ

# دیباچہ

از

مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم اے منشی فاضل ڈائرکٹر سررشتہ تعلیمات

ریاست بھوپال

قرآن مجید کے بعد ہم مسلمانوں کے لئے تو کوئی کتاب اس سے زیادہ قابل عزت و احترام ہو نہیں سکتی جس کو اُس سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات کی ذات والاصفات سے تعلق ہو جس نے ہم کو اسلام کا سیدھا سچا راستہ دکھلایا، اور توحید کی سی دولت اور نعمت عطا فرمائی؛ مذہبی پہلو کو لیجئے تو تمام کتب دینیہ اسی خاتم النبیین کے افعال و اعمال کا ایک تذکرہ ہیں اور اخلاقی حیثیت سے دیکھئے تو سارا دفتر پند و نصائح اسی شفیع المذنبین کے احوال و اقوال کا ایک خاکہ ہے لیکن کس قدر افسوس اور شرم کی بات ہے کہ تہذیب جدید کے لایعنی مشاغل نے ہم کو اس سرچشمۂ ہدایت و رحمت سے اتنی دور پھینک دیا ہے کہ آج ہماری تعلیم یافتہ جماعت میں سے فی صدی دس بھی مشکل ایسے ہوں گے جو اپنے پیغمبر (روحی فداہ) کے حالات سے

با خبر ہوں، اور اپنے مذہب کے ابتدائی واقعات کو جانتے ہوں۔

اُن کثیر التعداد آدمیوں کا تو ذکر ہی نہیں جو جاہل اور ناخواندہ کہلاتے ہیں اور پھر یہ تغافل یہ تساہل کس چیز سے ہے؟ اُس سے جس کی نسبت خود خدائے جل وعلیٰ نے اپنے کلام پاک میں رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے کہ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ یعنی "اے محمد (صلعم) تو لوگوں سے کہدے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا، اور تمہارے گناہ بخشدیگا" گویا جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے صاف یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اِس سے آدمی بارگاہ خداوندی میں مغفور و محبوب ہوسکتا ہے یہ اہمال، یہ اعراض اُس مذہب کی طرف سے ہے جس کی تکمیل دین اور اتمام نعمت ہونے کا یقین ہمارا جزو ایمان ہے، اِس پر طرّہ یہ ہے کہ اِس غفلت کے لئے نایابی احوال وخفائے سوانح کا عذر بھی نہیں ہے اور ہم اپنے قصور کا الزام اپنے بزرگوں کے سر نہیں تھوپ سکتے، اگر یہ سچ ہے کہ تحبیب کا بہترین ثبوت تقلید ہے تو اِس میں ذرا بھی شک نہیں ہوسکتا کہ یوں کہنے کو دوسری قومیں اپنے پیشوایان مذہب کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا کیا خدا بھی کہنے لگیں، لیکن وہ اس عملی اکرام و احترام کی کوئی مثال پیش نہیں کرسکتیں جو ہمارے آبا و اجداد نے ہمارے

رہبر صادق کے ساتھ مرعی رکھا ہے اور جو ثبوت اُنھوں نے اپنی روایات
دینیہ کے تحفظ اور نگہداشت کا دیا ہے مگر شرم یہ کہتے ہوئے آتی ہے
کہ اتباع سنت کا خیال ہم میں پہلے جتنا زیادہ تھا اب اُتنا ہی کم ہے
اور آداب نبوی کی تقلید میں پہلے جس قدر انہماک تھا اب اُسی قدر
اہمال ہے، اور کم سے کم میں تو یہی کہوں گا کہ ہمارے سارے قومی
تنزل اور انحطاط کا اصلی سبب اور حقیقی باعث ہی یہ ہے۔

ممکن نہ تھا کہ ہماری سرکار عالیہ کا حسّاس دل اور نکتہ رس طبیعت
اِس بات کی تہ تک نہ پہونچتی اور یہی وجہ ہے کہ حضور ممدوحہ نے شمس العلما
مولانا شبلی مرحوم کی سیرۃ نبوی کو ایک دینی فرض اور مذہبی عبادت کی طرح
مکمل کرانے کا عزم کیا، لیکن سردست تو وہ کتاب ناتمام ہی ہے اور
مکمل ہونے پر بھی غالباً اُس کی ضخامت اُس کی اشاعت کو اِس قدر
عام نہ ہونے دے جتنی کہ وہ ہونی چاہیئے، غالباً اسی لئے حضور ممدوحہ کے
ایماء سے بیگم صاحبہ عالی جناب نواب حاجی **محمد حمید اللہ خاں**
صاحب بہادر نے جو ابھی تک علیاحضرت کی خاص نگرانی میں طالب علمانہ
زندگی بسر کرتی ہیں، اردو میں ایک مختصر تاریخ **"آغاز اسلام"** کا ترجمہ
کیا ہے، اصل میں یہ کتاب مولانا شبلی مرحوم ہی نے عربی میں لکھی تھی اور اس کا ترجمہ
فارسی میں مولانا حمید الدین صاحب بی اے۔ نے کیا تھا لیکن چونکہ بوجہ

اجنبیتِ زبان یہ دونوں کتابیں عام فہم نہ تھیں اور خاصکر چھوٹے بچے جن کو آغاز اسلام کے واقعات جاننے کی سخت ضرورت تھی اُس سے مستفید نہ ہو سکتے تھے اس لئے جناب بیگم صاحبہ ممدوحہ نے اسے صاف و سلیس اردو کا لباس پہنا دیا جسے ہندی لڑکے اور لڑکیاں بے تکلف پڑھ اور سمجھ سکتی ہیں؛ اس کتاب میں حضرت رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات تو کسی قدر اختصار سے لکھے گئے ہیں لیکن زمانۂ رسالت کا بیان زیادہ مفصل ہے، مگر کتاب کی اصل خوبی تو یہ ہے کہ جو کچھ ہے نہایت صاف اور واضح ہے اور چونکہ تذکرہ اور وقائع کے سوا مسائل مختلف فیہ پر کچھ رائے زنی نہیں کی گئی (اور یقیناً بچوں کے لئے اسکی کچھ ضرورت بھی نہ تھی) اسلئے کسی بات پر اعتراض بھی نہیں ہوسکتا، یوں بچوں کے لئے اس چھوٹی سی کتاب کا مطالعہ ایک دلچسپ تاریخ ایک اخلاقی نصیحت اور ایک مذہبی عبادت کی مجموعی حیثیت رکھتا ہے اور اور یقیناً ہر ایک پہلو سے اُن کے لئے مفید اور نتیجہ خیز ہے۔

بیگم صاحبہ موصوفہ کی یہی ایک بڑی ادبی اور مذہبی خدمت تھی کہ انہوں نے اس کا ترجمہ کیا؛ اسے چھپوانا اور تعداد کثیر میں مفت تقسیم کرنا مستزاد ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی سعی کو مشکور کرے اور سرکار عالیہ کا سایۂ عاطفت دیر تک ان پر اور عام مسلمانوں کے سروں پر قائم رکھے؛ کیونکہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے حقیقت میں انہیں کے ابر کرم کی آبیاری کا نتیجہ ہے۔

انوار الحق

# گزارش

عرصہ سے میرا خیال تھا کہ میں اپنی بہنوں کی کوئی مذہبی خدمت انجام دوں، علیا حضرت کو بھی میرا یہ ارادہ معلوم تھا اس بنا پر حضور ممدوحہ نے شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کے رسالہ "بدء الاسلام" کا ترجمہ فارسی عطا فرما کر ارشاد فرمایا کہ میں اس کا اردو میں ترجمہ کر کے شائع کرا دوں، چنانچہ میں نے ترجمہ شروع کر دیا اور الحمدللہ کہ اب وہ شائع ہو رہا ہے۔

اس مختصر رسالہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے لیکر وفات تک کے سلسلہ وار حالات نہایت اختصار کے ساتھ درج ہیں جن سے عام مسلمان بچوں کو واقف ہونا بیحد ضروری ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ترجمہ میری مسلمان بہنوں کے لئے مفید ہوگا اور کم از کم ہر مسلمان بہن ایک مرتبہ ضرور اس کا مطالعہ کریگی۔

میں اس کتاب کی ناظرات سے یہ بھی امید رکھتی ہوں کہ وہ مطالعہ کرتے وقت سرکار عالیہ، مولانا مرحوم اور مجھ کو ضرور دعاے خیر سے یاد کریں گی۔

میمونہ سلطان (شاہ بانو)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# ولادت باسعادت

ولادت ، یتیمی ، رضاعت ، بچپن

سنہ ۴۰ جلوس کسرے[1] میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے ؛ آپ کے والد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم تھے ، اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب اور دایہ حلیمہ[2] سعدیہ تھیں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو مہینے[3] کے تھے کہ آپ کے

---

[1] کسرے ایران کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا ، جیسے چین کے شاہوں کو خاقان یا فغفور کہتے تھے اور روم کے بادشاہوں کو قیصر لکھتے تھے اور اب بجائے قیصر کے سلطان کہا جاتا ہے شاہ جرمن کو بھی قیصر کہتے ہیں ۔ اور ہمارے ملک معظم کو قیصر ہندوستان کہتے ہیں ؛ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت نوشیرواں عادل کے زمانہ میں ہوئی تھی سن عیسوی کے حساب سے یہ مبارک دن ۲۰ اپریل سنہ ۵۷۱ء تھا

[2] حلیمہ سعدیہ سے پہلے ثوبیہ نے چند روز تک آں حضرت کو دودھ پلایا تھا ، یہ ابولہب کی آزاد کی ہوئی کنیز تھیں آٹھ دن کی عمر سے چار برس کی عمر تک آپ حلیمہ سعدیہ کے پاس رہے ۔

[3] بعض روایات سے ثابت ہے کہ آپ کے پیدا ہونے سے اول ہی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا ، غرض یتیم ہونا تو آپ کا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی اور یتیم وہی کہلاتا ہے جس کا والد سن شعور سے پہلے وفات پا جاے ۔

باپ نے رحلت فرمائی اور واقعۂ فیل[۱] کے آٹھ برس بعد (آپ کے دادا) عبدالمطلب نے بھی انتقال کیا، اُنھوں نے ابو طالب[۲] (آپ کے چچا) کو وصیت کی تھی کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نہایت محبت کے ساتھ پرورش کریں۔

**سفرِ شام، نکاح،**

جب آپ جوان ہوے تو آپ کے پاکیزہ عادات اور صداقت کا ہر شخص کے دل پر اثر ہوا یہاں تک کہ سب آپ کو امین کہتے تھے، حضرت خدیجہ[۳] نے جو بڑی شریف اور دولتمند خاتون تھیں اپنی تجارت کا کام آپ کے سپرد کرنے کی خواہش کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو قبول فرمایا اور اُن کا مال مُلک شام میں لیجا کر فروخت کیا جس میں بہت

---

[۱] ابرہہ نامی بادشاہ یمن نے جس سال آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے مکہ معظمہ پر ہاتھیوں کے ساتھ لشکر کشی کی تھی، خداوند کریم نے اُن پر ابابیلوں کو مسلط کیا جنھوں نے اپنی چونچوں سے سنگ ریزے پھینکے جن کی وجہ سے وہ تہس نہس ہو گئے، اسی واقعہ کی طرف سورۂ فیل میں اشارہ ہے، چونکہ یہ بہت بڑا واقعہ تھا اس لئے عرب میں اس واقعہ سے ایک سنہ قائم ہوا اور اسی واقعہ کی خصوصیت سے عام الفیل مشہور ہو گیا۔

[۲] ابو طالب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے والد عبداللہ دونوں ایک ماں کے بطن سے تھے۔

[۳] حضرت خدیجہ حسب و نسب اور مال و دولت میں نہایت ممتاز تھیں اور اُن کی تجارت بہت وسیع تھی، لوگوں کو مال دے کر شام وغیرہ کی طرف بھیجتی تھیں اور اس میں جو نفع ہوتا تھا وہ بھیجنے والوں کو آدھا تقسیم کر دیتی تھیں۔

فائدہ ہوا، جب آپ واپس آئے تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اپنے وہم و گمان سے بھی زیادہ سچا اور خوش معاملہ دیکھکر عقد کی درخواست کی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب و حمزہ[۱] اور چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر خویلد بن اسد کے پاس گئے جو حضرت خدیجہؓ کے باپ تھے، اُنھوں نے نسبت کی اور پھر آپ کا نکاح ہوگیا، نکاح کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال کی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال کی تھی۔

اولاد

حضرت خدیجہؓ کے بطن سے زینب، رقیہ، ام کلثوم فاطمہ، چار لڑکیاں اور قاسم (جن کے نام سے آپ کنیت فرماتے تھے) طاہر و طیب، تین لڑکے پیدا ہوے، صاحبزادوں نے تو زمانہ پیغمبری سے پہلے ہی انتقال کیا، مگر صاحبزادیوں نے اسلام کا مبارک زمانہ دیکھا اور اسلام لائیں۔

## رسالت

آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب چالیس برس کے ہوے تو اللہ تعالےٰ نے آپ کو پیغمبری عطا کی اور قرآن مجید نازل فرمایا، اس زمانہ میں اہل عرب کا کوئی ایک مذہب نہ تھا، ایک گروہ دہریوں[۲] کا تھا جو یوں کہتا تھا

[۱] حضرت حمزہ آپ کے چچا اور دودھ شریک بھائی تھے، جنھوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔

[۲] اسلام سے پہلے بہت سے مذہب عرب میں رائج تھے جن میں دہریہ، (ملاحظہ ہو صفحہ آیندہ)

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيٰ وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ

ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے اور بس (یہیں) مرتے ہیں اور (یہیں) جیتے ہیں، اور

زمانہ ہی ہم کو (ایک وقت خاص تک زندہ رکھکر) مار دیتا ہے۔

اور جب وہ لوگ روز قیامت کا حال سنتے تو کہتے ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا

وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ کیا جب ہم (مرے پیچھے گل سڑکر) ہڈیاں

ریزہ ریزہ ہو جائینگے تو کیا (ایسی حالت میں) ہم کو (قیامت کے دن) اُٹھا کر کھڑا کیا جائےگا

ایک فرقہ خدا کی وحدانیت کا تو قائل تھا لیکن اُس کے اعتقاد میں

ایک خدا کے علاوہ کچھ چھوٹے درجے کے بھی خدا تھے جو روحوں اور فرشتوں

کے ذریعہ سے دنیا کے کارخانہ اور انتظام میں دخل رکھتے تھے، اِس لئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بت پرست، یہودی، عیسائی، مجوسی، خاص طور پر مشہور ہیں،
دہریے کسی کتاب آسمانی اور کسی پیغمبر کے قائل نہ تھے، خداوند کریم اور قیامت کا انکار
کرتے تھے، جزا و سزا کو بھی نہ مانتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ دنیا ہمیشہ سے ایسی ہی ہے اور ایسی ہی
رہیگی، بُت پرست بتوں کو پوجتے تھے، یوں تو خانہ کعبہ کے اندر بہت بت تھے جو جداجدا قبیلوں
کے تھے، لیکن ان بتوں میں ہُبل بہت بڑا بت تھا، جو خانہ کعبہ کے دروازہ پر رکھا ہوا تھا، لات
و منات بھی بڑے بت تھے جن کو تمام عرب پوجتے تھے، کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم، حضرت
اسمٰعیل، حضرت مریم، حضرت عیسیٰ کی تصویریں بھی تھیں، ۳۵۴ برس حضرت عیسیٰ سے پہلے یہودی
مذہب رائج ہو گیا تھا، اور تیسری صدی عیسوی میں مذہب عیسائی عرب میں پھیلا، مجوسیوں
کا بھی ایک مذہب رائج تھا جو آگ کی پرستش کرتے تھے۔

اِس فرقے کے آدمی اُن خداؤں کے نام کے بت بنا کر پوجتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (ہم تو اُن کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدا سے ہم کو نزدیک کر دیں۔

ایک اور گروہ کہتا تھا کہ تمام فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں ، ان اختلاف عقائد کے ساتھ وہ لوگون سے دشمنی کرتے ، شراب پیتے ، جوا کھیلتے ، حرام کرتے اپنی اولاد کو مار ڈالتے ، سود لیتے ، کثرت سے نکاح کرتے ، زندہ لڑکیوں کو قبر میں دفن کرتے اور بڑی بڑی باتوں میں سب ایک طریقہ پر چلتے تھے جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو سیدہی راہ دکھلائی کہ بتوں کو چھوڑ دیں اور خدائے واحد کی پرستش کریں تو وہ غصہ ہو کر بے معنی اعتراض کرنے لگے ، کسی نے کہا اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کیا اس نے (سب) معبودوں کا (کھوج کھو کر) ایک ہی معبود رکھا۔

اور کسی نے اپنے اگلوں کی تقلید پر ثابت قدم رہ کر کہا کہ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝ ہم نے تو ایسی بات اپنے اگلے باپ داؤں سے سنی نہیں

بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا نہیں جی ہم تو اُسی (طریقہ) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو (چلتے ہوئے) پایا۔

جب ان لوگوں کے دلوں کی سیاہی کے سبب سے اِن باتوں کا اثر

نہ ہوا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت صاف اور روشن دلیلوں سے جو بدیہی تھیں اور اُن کی سمجھ میں آسکتی تھیں حق کو اُن پر ثابت کیا اور مخلوق کے وجود سے خالق کے وجود پر حجت قائم کی اور بذریعہ وحی کے یوں فرمایا اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کیا تم کو خدا کے ہونے میں شک ہے جو آسمان و زمین کا بنانے والا ہے۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَیَجْعَلُهٗ کِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ پھر (خدا) جس طرح چاہتا ہے (کبھی) بادل کو (سارے) آسمان میں پھیلاتا اور (کبھی) اُس کو ٹکرے (ٹکرے) کر دیتا ہے تو (اے مخاطب) تو دیکھتا ہے کہ بادل کے بیچ میں سے مینھ نکلا چلا آتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْکُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَی الْفُلْکَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور وہی (قادر مطلق) ہے جس نے (ایک اعتبار سے) دریا کو (تمہارا) مطیع کر دیا ہے تاکہ اُس میں سے تم (مچھلیاں نکال کر اُن کا) تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور (نیز) اُس میں سے زیور (کی چیزیں یعنی جواہرات) نکالو جن کو تم لوگ پہنتے ہو، اور (اے مخاطب) تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ (پانی کو) پھاڑتی ہوئی دریا میں چلی جا رہی ہیں اور (دریا کو اس لئے بھی تمہارا مطیع کیا ہے) تاکہ تم لوگ خدا کا فضل

(یعنی تجارت کے فائدے) تلاش کرو اور تاکہ (آخر کار ان سب منفعتوں پر نظر کر کے خدا کا)
شکر ادا کرو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اُن پاک صفات کو جو اُس کی ذات اور شان کے
لائق ہیں بیان کر کے تعریف کی اور جو اُس کی کبریائی کے لائق نہ تھیں
اُن سے اُس کو پاک ثابت کیا، خدا کی وحدانیت ثابت کرنے کے لئے
ارشاد فرمایا لَوْکَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَةٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا اگر زمین و آسمان میں
خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو (زمین و آسمان دونوں کبھی کے) برباد ہو گئے ہوتے۔
وَمَا کَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ اور نہ اُس کے ساتھ
کوئی اور خدا ہے ورنہ ہر ایک خدا اپنی مخلوقات کو الگ لئے پھرتا۔

اور بت پرستی کی برائی میں یہ آیت پیش کی وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِھَةً لَّا
یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا
اور کافروں نے خدا کے سوا (دوسرے دوسرے) معبود اختیار کر رکھے ہیں جو کسی چیز کو پیدا
نہیں کرتے بلکہ وہ (خود دوسرے کے) بنائے (اور پیدا کئے) ہوئے ہیں اور خود اُن کا
اپنا برا بھلا (بھی) اُن کے اختیار میں نہیں اور نہ مرنا اور نہ جینا اور نہ (مرے پیچھے جی)
اٹھنا اُن کے اختیار میں ہے۔

اور قیامت کے وجود کو جو کہ عام سمجھ سے باہر ہے روشن دلیلوں سے
ثابت کیا مَنْ یُّعِیْدُ الْخَلْقَ کون لوٹائے گا خلق کو (یعنے دوبارہ زندہ کرے گا)

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ط (اے پیغمبر تم اُس گستاخ سے) کہو
کہ جس نے ہڈیوں کو اول بار پیدا کیا تھا وہی اُن کو (دوبارہ بھی) جلا اُٹھائے گا۔

چونکہ عرصۂ دراز سے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا اس لئے نبوت کے سمجھنے
اور اُس کے مسائل کے متعلق لوگوں میں طرح طرح کی غلطیاں پیدا ہوگئی تھیں
اور بہت سی باتیں اپنی طرف سے گھڑ لی تھیں جو محض اوہام پر مبنی تھیں، وہ نبوت کو
بشریت (انسان کی حیثیت) سے بالاتر اور خدائی کا ایک جزو سمجھنے لگے تھے،
اس لئے اُنھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اُن کی پیغمبری
کے دعوے کو حیرت کے ساتھ سُنا اور تعجب سے کہنے لگے اَبَعَثَ اللّٰهُ
بَشَرًا رَّسُوْلًا کیا آدمی کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا۔
مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ یہ کیسا رسول ہے
جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے۔

اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور طعنہ کے کہا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ
حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ
فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ
بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ
ہم تو اُس وقت تک تم پر ایمان لانے والے ہیں نہیں کہ (یا تو) ہمارے لئے کوئی چشمہ زمین سے
بہا نکالو یا کھجوروں اور انگوروں کا تمھارا کوئی باغ ہو اور اُس کے بیچ بیچ میں تم (بہت سی)

نہریں جاری کر دکھاؤ ، یا جیسا تم کہا کرتے تھے آسمان کے ٹکڑے ہم پر لا گراؤ یا خدا اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لا کھڑا کر دیا (رہنے کے لئے) کوئی تمہارا طلائی گھر ہو یا آسمان میں چڑھ جاؤ

تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدائے عزوجل کے حکم سے اُن کے سامنے پیغمبری کے راز کو نہایت صاف طور پر بیان کر دیا کہ :-

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ

(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خدا (کی سرکار) کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ[1] ہوں۔

---

[1] اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا یا معجزہ صادر ہونا ناممکن تھا ، کیوں کہ قرآن مجید میں پہلے پیغمبروں کے اکثر معجزات کا تذکرہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ان معجزات سے مذہب پھیلانے میں بڑی مدد ملی اور اکثر لوگ محض معجزات دیکھکر ایمان لائے لیکن پھر بھی بہت سے ایسے شقی القلب لوگ تھے جو معجزے دیکھکر بھی منکر رہے معجزے کے متعلق اس قدر لوگوں کو خیال ہو گیا تھا کہ نبوت کو بغیر معجزے کے کوئی چیز ہی نہ سمجھتے تھے ، بات بات پر معجزہ طلب کرتے تھے لیکن ایسا کرنا گویا عجائب پرستی میں مدد دینا تھا اور چونکہ آں حضرت خاتم النبیین تھے اور قرآن کریم تمام مخلوق کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا اور قیامت تک کے لئے اس کے احکام قابل عمل قرار دیے گئے لہذا اشاعت کا طریقہ بھی نہایت روشن ، صاف ، اور معتدل اختیار کیا ، توحید و رسالت ، حشر و نشر ، عذاب ثواب اور تمام عقائد و احکام مذہب کو ایسی عمدہ اور دلنشین دلیلوں سے ثابت کیا کہ جس کے بعد کسی معجزہ کی ضرورت ہی نہ تھی ؛ غرض خداوند کریم نے تمدن و تہذیب ، (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (اے پیغمبر لوگوں سے) کہو کہ میرا اپنا ذاتی نفع نقصان بھی میرے اختیار میں نہیں (میں بھی تیرا چاہوں) مگر وہی ہو کر رہتا ہے) جو خدا چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور مجھکو (کسی طرح کا) گزند (ہی) نہ پہنچتا

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (اے پیغمبر تم لوگوں سے) کہو کہ میں (بھی) تم ہی جیسا بشر ہوں (مگر) مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود بس (وہی) ایک معبود ہے۔

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ میں تو بس اسی (حکم) پر چلتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ میں تو ان لوگوں کو جو ایمان لانا چاہتے ہیں (دوزخ کا) ڈر اور (بہشت کی) خوشخبری سنانے والا ہوں۔

اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ

---

اخلاق و معاشرت، اور عقاید و احکام اور اپنی یکتائی و لا انتہائی کو مخلوق کے سامنے ایسے عمدہ دلائل سے پیش کیا ہے کہ ہٹ دھرمی تو دوسری چیز ہے لیکن چون و چرا کی گنجائش ہی نہیں رہتی واقعی ایسے شہنشاہ بے مثل کی طرف سے جو ازلی و ابدی ہے انسان اشرف المخلوقات کی نجات اور تکمیل تہذیب و اخلاق کے لئے ایسی ہی چیز کی ضرورت تھی جیسی کہ کلام مجید ہے جو الفاظ و معنی کے لحاظ سے خود ایک معجزہ ہے۔

اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ○ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ مجھکو (تو خدا کے یہاں سے یہی) حکم ملا ہے کہ میں خالص خدا ہی کی فرماں برداری مدنظر رکھکر اُسی کی عبادت کیا کروں اور (نیز) مجھکو یہ حکم ملا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ○ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو (اس صورت میں) مجھے بڑے (سخت) دن (یعنی روز قیامت) کے عذاب سے بہت ہی ڈر لگتا ہے۔

وَلَا یَاْمُرَکُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِکَةَ وَالنَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا ط اور وہ تم سے (کبھی بھی) نہیں کہے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا مانو۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تم کو دوست رکھے۔

جب ان لوگوں کے دلوں میں خدا کی وحدانیت کا یقین ہو گیا اور طبیعتوں میں سعادت حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہو گئی تو آپ نے اُن کو خوش خوئی اور نیک کرداری سکھائی اور وہ عادتیں جو ملت و معاشرت کو اعلےٰ مرتبہ پر پہونچاتی ہیں اُن کو بتائیں، اور فطری خصائل، پاکیزگی نفس اور آداب زندگی کی ایسی مکمل تعلیم دی جو انسان کی تمام ضروریات کو مکتفی ہے آپ نے فرمایا لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

(مسلمانو!) نیکی یہی نہیں ہے کہ (نماز میں) اپنا منہ مشرق کی طرف کرو یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ (اصل نیکی تو اُن کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ اور مال (عزیز) اللہ کی حب پر رشتہ داروں یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی) گردنوں کو چھڑایا۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ایک دوسرے کا مال خورد برد نہ کرو اور نہ مال کو حاکموں کے پاس (رسائی پیدا کرنے کا) ذریعہ کرو تاکہ لوگوں کے مال میں سے (تھوڑا بہت جو) کچھ (ہاتھ لگے اُس کو) جان بوجھ کر ناحق ہضم کر جاؤ۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اور یتیموں کے مال اُن کے حوالے کرو اور مال طیب کے بدلے مال حرام نہ لو اور اُن کے مال اپنے مالوں میں ملا کر خورد برد نہ کرو۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا جب تم کو کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم (اُس کے جواب میں) اُس سے بہتر سلام کرو یا کم سے کم ویسا ہی جواب دو۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ

فَاجْتَنِبُوْهُ شراب اور جوا اور بت اور پانسے ان میں کا ہر ایک کام تو بس ناپاک شیطانی کام ہے تو اس سے بچتے رہو۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ لوگو افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ اور کسی کی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ناحق قتل نہ کرنا۔

لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (اے مخاطب) جس بات کا تجھکو علم (یقینی) نہیں (اٹکل پچو) اُس کے پیچھے نہ ہو لیا کر۔

لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا زمین میں اکڑ کر نہ چلا کر۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ ایمان والے (اپنی) مراد کو پہنچ گئے (اور یہ) وہ (لوگ ہیں) جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے ہیں۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ۝ وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا اور (خدا ئے) رحمٰن کے (خاص) بندے تو وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل ان سے (جہالت کی) باتیں کرنے لگیں تو

(اُن کو) سلام کریں (اور الگ ہو جائیں)

وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ۝

اور جو خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں بلکہ اُن کا خرچ افراط و تفریط کے درمیان بیچ کی راس ہو۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا ۝ اور جو اتفاقاً بیہودہ شغلوں کے پاس ہو کر گذریں تو وضعداری کے ساتھ گذر جائیں۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ اور اُن کے (جتنے) کام (ہیں) آپس کے مشورے (سے ہوتے) ہیں۔

**تبلیغ علی الاعلان** پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی دعوت چپکے چپکے فرماتے تھے، خدیجہؓ اور حضرت علی ابن ابی طالبؓ (جو آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پاتے تھے اور آن حضرت ہی اُن کے کفیل تھے) اور حضرت ابو بکرؓ جن کا نام عبد اللہ تھا، ایمان لائے اِس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی ترغیب سے عثمان ابن عفانؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ اور سعدؓ بن ابی وقاصؓ اور زبیرؓ اور طلحہؓ مسلمان ہوے، جب اِس صورت تین برس گذر گئے تو آیتہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ۝ اور (خاص کر) اپنے قریب کے رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ۔

نازل ہوئی۔

اس حکم کی تعمیل میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو بلاکر ارشاد فرمایا
کہ کھانا تیار کرایا جائے اور مطّلب کی اولاد کو جمع کیا جائے چنانچہ ان سب کو
جن کی تعداد چالیس تھی دعوت دی گئی اُن میں آں حضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے چچا حمزہ، ابو طالب اور عباسؓ بھی مدعو تھے جب سب
آگئے اور کھانا کھا چکے تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سلسلۂ گفتگو شروع
کرنا چاہا کہ ابولہب[1] نے فضول باتیں کر کے مجلس درہم برہم کر دی آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے علیؓ سے فرمایا کہ کل پھر اسی طرح کھانا تیار کرایا جائے
چنانچہ دوسرے روز جب کھانا کھا کر بیٹھے تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے
کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں خدا کے حکم سے تم کو اس کے راستہ پر بلاتا ہوں اس
کام میں کون میری مدد کے لئے اٹھتا ہے، یہ سن کر سب نے منہ پھیر لیا لیکن اُن
میں سے علی نے کہا کہ میں حاضر ہوں اگرچہ سب سے چھوٹا ہوں اور میری
آنکھیں دکھتی ہیں، اور دُبلا پتلا ہوں، علیؓ کی اس بات پر سب ہنستے ہوئے
اُٹھ کر چلے گئے۔

**قریش کی مخالفت اور ایذا رسانی** آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بدستور توحید کا

---

[1] ابو لہب۔ آں حضرت کا سوتیلا چچا تھا اور نہایت سنگدل تھا، سورہ تبّت ید ا میں اس کا اور
اس کی بیوی کے عناد کا ذکر ہے، یہ عورت آپ کے راستہ میں کانٹے بچھایا کرتی تھی اس لئے اس سورت میں
خدا نے اس کو حمّالة الحطب (کانٹے لادنے والی) کہا ہے۔

وعظ فرماتے اور بتوں کی برائیاں بیان کرتے رہے جس سے سب لوگ دشمنی پر آمادہ ہو گئے مگر ابو طالب ہمیشہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے بچائے رکھتے تھے، ایک روز قریش کے چند آدمی کہ اُن میں عتبہ اور شیبہ ابو جہل اور ولید بن مغیرہ بھی تھے، ابو طالب کے پاس آئے اور اُنھوں نے کہا کہ تمھارا بھتیجہ ہمارے مذہب اور ہمارے بتوں کی بُرائیاں کیا کرتا ہے، اب یا تو تم اُس کو منع کر دو یا تم درمیان میں مت پڑو تا کہ ہم اس سے خود سمجھ لیں! ابو طالب نے لطف و نرمی سے اُن کو لوٹا دیا اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسی طرح اپنا کام کرتے رہے، دوسری مرتبہ وہ لوگ پھر غصہ میں بھرے ہوئے ابو طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر اب کی مرتبہ تم نے اُن کو نہیں روکا تو ہم تم دونوں سے سمجھ لیں گے، اور دونوں فریق میں سے ایک نہ ایک ہلاک ہو جائے گا! اِس پر ابو طالب نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے بھتیجے تم نے یہ کیا کام کیا ہے، اِس کہنے سے آپ سمجھے کہ یہ بھی بیزار ہو گئے فرمایا کہ "اگر میرے ایک ہاتھ میں آفتاب[1] اور دوسرے میں ماہتاب کو رکھدیں اور کہیں کہ اس کام کو چھوڑ دو تو بھی میں نہ چھوڑوں گا" یہ فرما کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور اُن کے پاس سے چلے گئے، ابو طالب نے آپ کو آواز دیکر بلایا اور

---

[1] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس جملہ سے یہ مطلب تھا کہ خواہ مجھکو کیسی ہی بڑی چیز کیوں نہ دیجائے میں دعوت اسلام سے باز نہ رہوں گا، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے جب بھی اِس کام کو نہ چھوڑوں گا۔

کہا کہ جو چاہو کہو میں ہرگز تم کو دشمنوں کے حوالہ نہ کروں گا۔

اس کے بعد ہر ایک کافر مسلمانوں کے آزار کے درپے ہوگیا اور وہ جس قبیلہ میں جس کسی کو بے چارہ و ناتواں پاتے اُس کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تاکہ یہ اسلام سے پھر جاے، اُن بے چاروں میں سے ایک بلال[۱] رضؓ تھے، امیۃ ابن ابی خلف اُن کو سخت گرمی کے دنوں میں گرم ریت پر کبھی مُنہ کے بَل اور کبھی پیٹھ کے بَل لٹاتا اور بھاری پتھر اُن کے سینہ پر رکھدیتا اور کہتا کہ میں تجکو اُس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تو مر نہ جاے یا محمدؐ سے پھر نہ جاے، انہیں مظلوموں سے ایک لُبینہ نامی کنیز بھی تھیں جن کو عمرؓ نے بہت تکلیفیں پہونچائیں، جب تھوڑی دیر کو چھوڑ دیتے تو کہتے کہ میں نے تجھ کو بخشا نہیں ہے بلکہ خود عاجز ہو کر چھوڑ دیا ہے، پھر ابوبکرؓ نے ان دونوں یعنی لبینہ اور بلالؓ کو خرید کر آزاد کر دیا تھا، ان ہی مظلوموں میں ایک بیرہ تھیں جن کی آنکھیں ابوجہل کی سختیوں کی وجہ سے جاتی رہی تھیں ابوجہل نے اُن سے کہا لات[۲] اور عزیٰ تیری آنکھیں لے گئے، اُنہوں نے کہا اُن کو کیا خبر یہ تو تقدیر کا لکھا تھا جو پورا ہوا غرض اسی طرح بہت سے مسلمانوں نے تکلیفیں اُٹھائیں لیکن صبر کیا اور ثابت قدم رہے۔

---

[۱] حضرت بلال حبشی تھے اور امیہ ابن ابی خلف یہودی کے غلام تھے۔

[۲] لات وعزیٰ دو بڑے بتوں کا نام ہے۔

اسلام حضرت عمرؓ

اس کے بعد عمرؓ اسلام لائے، وہ بڑے بہادر آدمی تھے، ایک روز آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے تلوار کھینچکر روانہ ہوے، راستہ میں اُن کو ایک شخص ملا اُس نے کہا کہ محمدؐ کو قتل کرنے کیا جاتے ہو خود تمھاری بہنؓ اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں، یہ سُن کر پہلے عمرؓ اُن کے گھر گئے، وہاں پہونچے تو اُن کو قرآن پڑھتے سُنا، اِن کو جب عمرؓ کے آنے کا حال معلوم ہوا تو قرآن کو چھپا کر رکھدیا اور خاموش بیٹھ گئے عمرؓ نے اپنی بہن کو اِس قدر مارا کہ اُن کے بدن سے خون جاری ہوگیا، وہ کہنے لگیں آپ جو چاہیں کریں میں محمدؐ کے دین سے نہیں پھروں گی۔

عمرؓ یہ سُن کر اور اُن کو زخمی دیکھکر شرمندہ ہوے اور کہا کہ جس لکھی ہوئی چیز کو تم پڑھ رہے تھے وہ کہاں ہے میں بھی دیکھوں کہ محمدؐ کیا لائے ہیں، پھر عمرؓ نے اُس کو لیکر تھوڑا پڑھا اور اُن کے دل میں خوف پیدا ہوا اور خبابؓ سے جو وہاں قرآن پڑھایا کرتے تھے کہا کہ مجکو محمدؐ کے پاس لے چلو، جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہونچے تو بند پایا، اندر آنے کی اجازت چاہی، جب اجازت مل گئی اور اندر داخل ہوے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر اُن کی طرف تشریف لائے اور اُن کا دامن پکڑ کر کہا "اے خطاب کے بیٹے کس کام کے لئے آئے ہو" عمرؓ نے کہا کہ میں

---

[1] بہن کا نام فاطمہ اور بہنوئی کا نام سعید تھا۔

خدا اور رسول پر ایمان لانے آیا ہوں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر (اللہ اکبر) بلند کیا اور تمام مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی۔ عمرؓ نے کہا کہ قریش میں سے ایسا کونسا آدمی ہے کہ جو کسی واقعہ کو سُن کر فوراً سب میں پھیلا دے لوگوں نے کہا ایسا شخص جمیل ابن معمر ہے، عمرؓ اُس کے پاس گئے اور کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، وہ اُسی وقت اُٹھ کر کعبہ کی طرف گیا اور لوگوں کو پکار پکار کر کہنا شروع کیا کہ "اے گروہ قریش عمر مرتد ہو گیا"۔

عمرؓ بھی اُس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے تھے کہنے لگے "یہ جھوٹ کہتا ہے میں تو مسلمان ہو گیا ہوں" یہ سُن کر تو سب کے سب عمر سے لپٹ پڑے عمر نے کہا جو چاہو کرو ہم اگر تین سو آدمی ہو جائیں پھر دیکھیں کہ مکہ میں ہم رہتے ہیں یا تم اس اثنا میں عاص بن وائل نے آکر کہا اِس شخص کو چھوڑ دو اس کی قوم بنی عدی خود اس کو نہ چھوڑے گی، یہ سُن کر سب باز رہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کفار کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھے آپ کی سب ہنسی اُڑاتے، کوئی کہتا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝

اے شخص جس (کے ذہن میں یہ سمایا ہے کہ اس) کو (خدا کے یہاں سے) قرآن نازل ہوا ہے تحقیق تو دیوانہ ہے۔

قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ

جس بات کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہمارے دل تو اُس سے پردوں میں ہیں

(کہ تمھاری بات) ہمارے کانوں میں (ایک طرح کی) گرانی ہے (کہ جو تم کہتے ہو سنائی نہیں دیتا)

اور ہم میں و تم میں (ایک طرح کا) پردہ (حائل) ہے۔

اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اِنَّ ھٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ تحقیق یہ البتہ ساحر ہے ظاہر

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰہُ بَلْ ھُوَ شَاعِرٌ بلکہ کہنے لگے کہ یہ تو

پریشان خیالات کا مجموعہ ہے یا اس نے یہ جھوٹی باتیں اپنے دل سے بنالی ہیں، یا

یہ شخص شاعر ہے۔

اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ کہ قرآن (میں اور رکھا ہی کیا ہے اس میں)

تو صرف اگلوں کی کہانیاں ہی کہانیاں ہیں۔

لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ سنو ہی مت اور (سنانے لگیں تو) اس کے

(بیچ بیچ) غل مچا دیا کرو۔

اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ سوائے اس کے نہیں کہ اس کو آدمی سکھلاتا ہے۔

اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح کہ اور

احمق ایمان لے آئے۔

ابولہب اور ابوجہل اور امیہ ابن خلف اور حارث ابن قیس اور ولید

ابن مغیرہ اور عاص ابن وائل یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے میں

بہت سخت تھے، برا کہتے تھے اور مسخراپن کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے

دروازہ پر گوبر اور ناپاک چیزیں ڈالدیتے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرمانے کے لئے کھڑے ہوتے تو جھٹلاتے، پتھر پھینکتے اور شور کرتے تھے۔

**ہجرت اصحاب بسوے حبشہ** جب رسول اللہ نے دیکھا کہ آپ کے ساتھ آپ کے پیرو بھی رنج وتکلیف میں مبتلا ہیں تو آپ نے اُن کو اجازت دیدی کہ جس شخص کا کوئی حامی ومددگار نہ ہو وہ حبشہ کو چلا جاے کیونکہ حبشہ کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور جب تمھارا ساز وسامان خدا درست کردے تو یہیں آجانا چنانچہ عثمانؓ ابن عفان مع اپنی بی بی رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زبیرؓ ابن العوام وغیرہ کے جو دس آدمی تھے ماہ رجب ۵ سنہ نبوی میں بسواری کشتی نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس چلے گئے، اسلام میں یہ پہلی ہجرت تھی اِن کے بعد جعفرؓ ابن ابی طالب گئے، پھر مسلمانوں نے پیہم حبشہ کو جانا شروع کردیا یہاں تک کہ مہاجرین کی تعداد مردوں میں تراسی تک اور عورتوں میں اُٹھارہ تک پہونچ گئی۔

قریش نے مسلمانوں کی طلب میں عبداللہ اور عمر ابن عاص کو تحفے دیکر نجاشی کی خدمت میں بھیجا اور مسلمانوں کو اُس سے طلب کیا مگر اُن کی درخواست کو نجاشی نے قبول نہیں کیا اور وہ لوگ ناکام واپس آئے۔

**قریش اور بنی ہاشم میں قطع تعلقات** جب قریش نے دیکھا کہ اسلام دن بدن ترقی

پر رہے تو اُنہوں نے آپس میں عہد کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے بیاہ شادی اور لین دین نہ کریں گے اور عہد نامہ لکھکر بیت اللہ کے اندر لٹکا دیا اس پر تمام بنی ہاشم جن میں مسلمان اور کافر دونوں شامل تھے ابو طالب کے گروہ میں داخل ہو گئے مگر ابو لہب (جس کا نام عبد العزا ابن عبد المطلب تھا) اُن سے قطع تعلق کر کے قریش کے ساتھ جا ملا اور اسی حالت میں تمام بنی ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین برس تک رہے۔

**واپسی مہاجرین بسوئے مکہ**

اس عرصہ میں مہاجرین کو (حبشہ میں) یہ خبر پہونچی کہ مکہ والوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، اس سبب سے مہاجرین میں سے تینتیس ۳۳ آدمی واپس آئے، جب مکہ کے قریب پہونچے تو اس خبر کی غلطی اُن کو معلوم ہوئی، اب تو کوئی بھی علانیہ مکہ میں نہیں آسکتا تھا۔

**عہد نامہ کا چاک کرنا**

اِس عرصہ میں چند لوگ اس معاہدہ کے توڑنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور حجوں کے قریب جمع ہوے، اُنہوں نے آپس میں عہد و پیمان کیا، زہیر ابن امیتہ المخزومی نے کہا کہ میں سب سے پہلے یہ کام کروں گا، اگلے روز صبح کو سب پھر جمع ہوے اور زہیر خانہ کعبہ کا طواف کر کے لوگوں کی طرف متوجہ گئے اور کہا کہ اے مکہ والو ہمارے لئے تو ہر قسم کا کھانا اور لباس موجود ہے لیکن بنی ہاشم کی یہ حالت ہے کہ وہ کسی چیز کی خرید فروخت نہیں کر سکتے خدا کی قسم جب تک میں اس ظالمانہ عہد نامہ کو نہ چاک کرا لوں گا

خاموش نہ بیٹھوں گا ابوجہل نے کہا کہ تو نے یہ کیا کہا میں ہرگز اس کو چاک نہیں کرنے دونگا زمعہ ابن اسود کہنے لگے خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا اُس کے لکھنے کے وقت ہم نے اپنی رضامندی ظاہر نہیں کی تھی پھر مطعم نے اُٹھ کر اُس کو پھاڑ ڈالا۔

**وفات ابو طالبؓ ام المومنین خدیجہؓ** ماہ شوال سنہ ۱۰ نبوی میں ابو طالبؓ کا انتقال ہو گیا اور اس کے بعد حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔

**آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف تشریف لیجانا۔** ایک طرف تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پے در پے صدمے پہونچے، دوسری طرف ہمسایوں نے آپ کو آزار

---

سلہ ابو طالبؓ زندگی بھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے مددگار رہے اور اُن کی وجہ سے کسی کو طاقت نہ تھی کہ آں حضرت کو تکلیف پہونچا سکے اور اُن کی حمایت میں آں حضرت کو اشاعت اسلام کا بڑا موقع ملا تھا، انتقال کے وقت آں حضرت نے اُن سے اصرار کیا کہ اگر آپ ایک بار بھی کلمہ شہادت پڑھیں تو اُس غفور الرحیم کے سامنے شہادت دوں گا کہ آپ کا خاتمہ اسلام پر ہوا تھا، ابو طالب نے کہا کہ میں اس طعنہ کے مقابلہ میں جو اسلام قبول کرنے پر کیا جائے گا آتش دوزخ منظور کرتا ہوں۔

سلہ حضرت خدیجہؓ نے تمام مرد اور عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، جب مشرکین کی تکلیفات پہونچانے سے آں حضرتؐ رنجیدہ ہوتے تو حضرت خدیجہؓ آپ کی تسکین کرتی تھیں، غار حرا میں جب آپ پر وحی نازل ہوئی اور جب حضرت جبرئیل نے اقرا پڑھائی تو آپ کو ایک تکلیف محسوس ہوئی اور جب آپ وہاں سے مکان واپس آئے تو اس تکلیف کے آثار نمایاں تھے، حضرت خدیجہ رضہ سے سب واقعہ بیان کیا، آپ نے تسلی دی اور اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو ایک بہت بڑا کتب سماوی کا عالم تھا اُس نے یہ سب سُن کر کہا کہ آپ کو خداوند کریم نے نبوت عطا کی ہے، اس واقعہ سے معلوم ہوگا کہ سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

پہنچانے پر کمر باندھی یہاں تک کہ کوئی سر مبارک پر خاک ڈالتا اور کوئی نماز
کی حالت میں بکری کی اوجھڑی آپ پر ڈال دیتا تھا، ناچار آپ زید ابن حارثہ کو
اپنے ساتھ لے کر طائف[1] تشریف لے گئے وہاں قبیلہ ثقیف کے شرفا کی
ایک جماعت کو توحید کی طرف متوجہ کیا اُن میں سے ایک نے کہا کہ "آپ
ہی تو رہ گئے تھے کہ خدا نے آپ کو رسالت پر مامور کیا اور دوسرے کو نہ بھیجا"
دوسرے شخص نے کہا "خدا کی قسم میں تم سے ہرگز بات نہیں کروں گا کیونکہ اگر تم
پیغمبر خدا ہو جیسا کہ تم کہتے ہو تو یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ تم کو جواب
دوں اور اگر تم نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے تو تم اس لائق نہیں کہ میں تم سے
بات کروں"۔ پھر پیغمبر خدا اُن کے پاس سے اُٹھ گئے اور اُنھوں نے جاہلوں
اور لڑکوں کو بھڑکا دیا وہ گالیاں دینے اور شور و غل مچانے لگے، ہر طرف سے
لوگ جمع ہو گئے اور آپ کو ریلتے ہوئے ایک دیوار تک لے گئے وہاں پر
پیغمبر خدا کھڑے ہو کر فرمانے لگے "اے خدا تو جو سب مہربانوں سے
مہربان ہے تیرے ہی آگے اپنی ناتوانی اور بے چارگی ظاہر کرتا ہوں"
پھر یہاں سے مکہ لوٹ گئے اور وہاں مسلمانوں کو اور زیادہ تکلیف میں مبتلا پایا۔

---

وہ ایک خاتون کی ذات مقدس تھی اور جس نے وحی کو سُنا اور وحی کے شدائد میں تسکین دی
وہ ایک برگزیدہ خاتون ہی تھیں۔

[1] طائف مکہ معظمہ سے ۳ منزل سرسبز و شاداب مقام ہے اور آب و ہوا نہایت روح پرور ہے آجکل بھی سبز میوے
اور تمام ترکاریاں وہیں سے آکر مکہ معظمہ میں فروخت ہوتی ہیں۔

**زمانہ حج میں تبلیغ**

آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ حج کے دنون میں قبائل عرب کے پاس جو مکہ مین آتے تشریف لے جاتے اور اُن کو خدا کی طرف بلاتے اور فرماتے "اَے بنی فُلاں مجکو خدا نے تمھاری طرف بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اُس کی عبادت کرو اور کسی کو اُس کا شریک مت بناؤ" ابولہب چلاتا کہ "تم سے یہ لات اور عزیٰ کے ترک کرنے کو کہتا ہے تم ہرگز مت سنو" آپ کندہ، کلب اور بنی حنیفہ و بنی عامر کے پاس بھی تشریف لے گئے اُنھون نے بھی آپ کی بات کو قبول نہ کیا؛ عامریون میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم اطاعت قبول کرین اور خدا تم کو مخالفوں پر فتح دیوے تو تم اپنے بعد حکومت کی باگ ہمارے ہاتھ میں دیسکتے ہو، آپ نے فرمایا کہ" یہ خود خدا کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے" اُس نے کہا "پھر کیا فائدہ جو ہم اپنی ذات کو خطرہ مین ڈالیں اور حکومت دوسرون کے ہاتھ میں رہے"

**اسلام انصار[۱]**

ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ[۲] کے قریب قبیلہ خزرج کے ایک گروہ سے جو مدینہ میں رہتا تھا ملاقات فرمائی اور اپنی عادت کے موافق اُن کے سامنے اسلام پیش کیا اور تھوڑا سا قرآن

---

[۱] انصار ناصر کی جمع ہے اور مدینہ منورہ کے اُن باشندون کو کہتے ہین جنھون نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی، اُن کی اولاد آج تک انصار کہلاتی ہے۔

[۲] عقبہ مکہ معظمہ کے قریب ایک گھاٹی ہے۔

پڑھ کر سنایا وہ کُل چھ آدمی تھے ، سب نے اُسی وقت اسلام قبول کیا ، اور جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو اُنھوں نے دوسرے لوگوں سے یہ حال بیاں کیا یہاں تک کہ یہ بات تمام مدینہ مین پھیل گئی ، دوسرے سال حج کے دنوں میں بارہ آدمی انصار کے آئے اور اُنھون نے اِس بات پر بیعت کی کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرین گے ، چوری اور بدکاری نہ کریں گے اور نہ لڑکیوں کو قتل کرین گے ، جب یہ لوگ مدینہ کو جانے لگے تو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ہمراہ مصعب بن عمیر کو کر دیا تاکہ اُن کو اسلام کے احکام سکھایا کریں ۔

**مدینہ مین اسلام**

اب تو مدینہ کے ہر گوشہ مین اسلام کی روشنی چمکنے لگی اور کوئی گھر ایسا نہ رہا کہ جس میں کوئی نہ کوئی مرد یا عورت مسلمان نہ ہو ، کچھ عرصہ کے بعد مصعب بن عمیر مع بہتر مسلمانون کے مکہ واپس آئے سب نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا کہ ایام تشریق[1] کے درمیان بمقام عقبہ حاضر ہوں گے ، آپ مع اپنے چچا حضرت عباس رض کے کہ وہ اُس وقت تک مشرک تھے وہاں تشریف لے گئے حضرت عباس رض نے کہا " اے گروہ خزرج تم جانتے ہو کہ محمدؐ ہم مین بڑی عزت اور مرتبہ کا آدمی ہے باوجود اِس کے تمھارے ساتھ جانا چاہتا ہے اگر تم اُس کی مدد

[1] ۱۱ لغایتہ ۱۳ ذی الحجہ کے دنوں کو ایام تشریق کہتے ہین ۔

کے لئے مستعد ہو اور دشمنوں کے گزند سے اُس کی حفاظت کر سکتے ہو تو اُس کو لے جاؤ ورنہ ابھی یہیں چھوڑ جاؤ ، انصار میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے گروہ خزرج تم جو سمجھتے ہو کہ کس شرط پر تم بیعت کرتے ہو سیاہ و سرخ (اقوام عرب و عجم) کے ساتھ لڑائی مول لیتے ہو پھر اگر بیزار ہو گئے تو خدا کی قسم ذلت و خواری کا داغ دنیا اور آخرت میں تمھاری پیشانی پر رہے گا اور اگر اُس کے پورا کرنے پر مستعدی ظاہر کرتے ہو تو ہاتھ بڑھا کر اُس کو پکڑو تاکہ دنیا اور آخرت میں سربلند ہو جاؤ سب نے عرض کیا کہ ہم رسول اللہ کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور جان و مال سے اُن کے کام کے لئے حاضر ہیں اس کے بعد سب نے اِس بات پر بیعت کرلی کہ جس طرح اپنے زن و فرزند کی حفاظت کرتے ہیں اُسی طرح سے ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نگہبانی کرتے رہیں گے ، پھر وہ لوگ مدینہ کو واپس چلے گئے ، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بھی فرمایا کہ تم بھی چلے جاؤ ، چنانچہ وہ بھی ہجرت کر گئے ، آپ کے ساتھ صرف علی اور ابو بکر رض رہ گئے ، آپ نے بقیہ ایام ذی الحجہ اور محرم و صفر کے مہینوں کو مکہ میں بسر کیا اور ربیع الاول کے مہینہ میں خود جانے کا بھی مصمم قصد کر لیا۔

## ہجرت

| جب قریش کو انصار کے اسلام لانے کا حال | آں حضرت کے متعلق کفار قریش کا مشورہ |
|---|---|

دیدی گئی ہے تو جا کر دریافت کر اور لوٹ کر مجکو خبر دے تاکہ زمعہ کے اوپر بین کیا کروں میرے دل میں بڑی آگ بھڑک رہی ہے غلام واپس آیا اُس نے کہا ایک عورت کا اونٹ گم ہوگیا ہے وہ اُس کے فراق میں روتی ہے، پھر اسود نے چند شعر پڑھے جن کا شروع یہ ہے:-

| | |
|---|---|
| اَتَبْکِیْ اَنْ یَّضِلَّ لَھَا بَعِیْرٌ | وَیَمْنَعُھَا مِنَ النَّوْمِ السُّھُوْدُ |
| کیا وہ اونٹ کے گم ہو جانے پر روتی ہے | اور اُسے راتوں کو نیند نہیں آتی - |
| وَلَا تَبْکِیْ عَلٰی بَکْرٍ وَّلٰکِنْ | عَلٰی بَدْرٍ تَقَاصَرَتِ الْجُدُوْدُ |
| اونٹ پر کیا روتی ہے -؟ | واقعہ بدر پر رو جس میں تقدیر نے کمی کی |
| تَبَکِّیْ اِنْ بَکَیْتِ عَلٰی عَقِیْلٍ | وَبَکِّیْ حَارِثًا اَسَدَ الْاُسُوْدِ |
| اگر روتی ہے تو عقیل پر رو | اور نیز حارث پر جو شیروں کا شیر تھا |

**غزوۃ السویق** معرکۂ بدر میں شکست کے بعد ابوسفیان نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کی سخت قسم کھائی تھی چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ پھر دو سو سواروں کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے جانے سے کچھ پہلے چند آدمیوں کو اِس غرض سے مدینہ بھیجا کہ یہ لوگ انصار کے چند آدمیوں کو مار ڈالیں، جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بات کو سُنا اُسی وقت لڑائی کے لئے تیار ہو گئے ابوسفیان مع ہمراہیوں کے وہاں سے بھاگا اور اُن لوگوں نے بوجھ کم کرنے کی غرض سے اپنے ستوؤں

(سویق) کی پوٹلیوں کو بھی چھوڑ دیا، اسی وجہ سے اِس غزوہ کو غزوۃ السویق کہتے ہیں۔

عقد فاطمۃ الزہرا رضؓ

اِسی سال میں حضرت علیؓ کا عقد بی بی فاطمہ رضؓ کے ساتھ ہوا، اِس کے بعد ہمیشہ مشرکین جلسے کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو تکلیف پہونچانے کے لئے تدبیریں سوچیں اور ثعلبہ اور بنی سلیم وغیرہ بارہا جمع ہوے مگر کوئی کام قابل تذکرہ نہ کر سکے۔

غزوۂ اُحد (سنہ ۳ھ)

تیسرے سال میں غزوہ اُحد کا واقعہ ہوا اُس کی یہ صورت ہوئی کہ قریش کے چند سردار ابوسفیان کے پاس آئے اور اُس سے اور اُس کے دوستوں سے کہ جو تجارت پیشہ تھے مدد چاہی اُنھوں نے یہ درخواست قبول کی اور عمرو ابن العاص وغیرہ چار آدمیوں کو مقرر کرکے بھیجا کہ قوم عرب کو آمادہ جنگ کریں چنانچہ ثقیف اور کنانہ وغیرہ کا ایک گروہ جمع ہوا اور قریش مع اپنے سرداروں اور حبشیوں کے لڑائی کے لئے آمادہ ہوگئے

جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام سے جس کا نام وحشی تھا اور لڑائی کے فن سے خوب واقف تھا وعدہ کیا کہ اگر تو محمدؐ کو قتل کرے گا تو میں تجھکو آزاد کردوں گا۔

ابوسفیان اُن سب کا سردار تھا اس نے اپنی بیوی ہند کو بھی اپنے ساتھ لیا اور اِسی طرح قریش کے اور سرداروں نے بھی اپنی بیویوں کو

ہمراہ لیا تاکہ میدان جنگ سے نام و ننگ کے خوف سے بھاگ نہ سکیں یہ عورتیں دف بجاتی تھیں اور بدر کے مقتولین پر مرثیہ پڑھتی تھیں تاکہ مشرکین کا خون جوش میں آئے اور اُن ہی میں ابو عامر انصاری بھی تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علٰحدہ ہو کر مکہ جا تا تھا، القصہ وہ سب لوگ روانہ ہوئے اور بدھ کے دن چوتھی شوال ۳ھ کو ذوالحلیفہ میں اُترے جو مدینہ کے قریب ایک مقام ہے اِس لشکر میں کُل تین ہزار آدمی تھے جس میں سات سو زرہ پوش اور دو سو سوار تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو چاہا کہ ہم مدینہ میں رہ کر ہی (قلعہ بند ہو کر) لڑیں لیکن بعض صحابہ کی یہ رائے ہوئی کہ مدینہ سے باہر نکلیں چنانچہ آپ نے ابن کلثومؓ کو مدینہ کا والی مقرر کیا اور ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ جن میں سو زرہ پوش اور دو سو سوار بھی تھے شہر سے روانہ ہوئے، جب مدینہ اور اُحد کے وسط میں پہونچے تو عبداللہ بن اُبی جو بظاہر مسلمان تھا مگر دل میں نفاق رکھتا تھا، ایک جماعت کو لے کر لوٹ گیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر بڑھتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ عدوۃ الوادی میں آ اترے اور لشکر کی پشت احد کی

جانب رکھی ابو سفیان نے انصار کو پیغام بھیجا کہ ہمارے چچا کے بیٹے (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ دو، ہم کو تم سے اور کچھ سروکار نہیں ہم لوٹے جاتے ہیں، انصار نے اس کے جواب میں ایسے الفاظ کہے جو مشرکین کو ناگوار گذرے اور وہ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

خالد بن ولید کے سپرد میمنہ کیا (دایاں حصہ) اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ (بایاں حصہ) پر رکھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان داروں کو جن کی تعداد پچاس تھی لشکر کے پیچھے کھڑا کر دیا مصعب بن عمیر کے سپرد علم کیا، اور زبیر کو گھوڑوں پر مقرر کیا، اور حمزہؓ نے لشکر کو دشمن کی جانب حرکت دی، جب دونوں گروہ مل گئے اور جنگ شروع ہو گئی تو ابو سفیان کی عورت ہند اپنی ہمراہی عورتوں کے ساتھ اٹھی وہ عورتیں دف بجاتی تھیں اور ہند گاتی تھی

نَحنُ بَناتُ طَارِقٍ نَمشِی عَلَی النَّمارِقِ
ہم ستاروں کی بیٹیاں اور فرشوں پر چلنے والیاں ہیں

مَشْيَ الْقَطَا الْبَوارِقِ وَالْمِسكُ فِي الْمَفارِقِ
جس طرح قطا[1] چلتا ہے اور مشک ہماری مانگوں میں بھرا ہوا ہے

---

[1] قطا ایک قسم کا چھوٹا سا پرندہ ہوتا ہے۔

معلوم ہوا تو غصہ سے اپنے ہاتھ ملنے لگے اور مسلمانوں کو اور زیادہ تکلیف پہونچانے لگے آنحضرتؐ کے مدینہ تشریف لیجانے سے اُن کو اور زیادہ اندیشہ ہوا" دارالندوہ" میں (جو مشورہ کا مکان تھا اور قصیٰ ابن کلاب نے اُس کی بنیاد ڈالی تھی اور جس میں عرب کے لوگ شورہ کے لئے جمع ہوا کرتے تھے) سب مشورہ کے لئے جمع ہوے، ایک نے کہا تم نے دیکھا اِس شخص کا کام کہاں سے کہاں تک پہونچا، ہم کو خوف ہے کہ کسی روز اپنے پیرووں کے ساتھ ہمارے اوپر حملہ کرے، لہذا ہم کو چاہئے کہ اس کی نسبت کوئی رائے قائم کریں، کسی نے کہا کہ" اِس کو زنجیر سے باندھ کر گھر میں قید کردیں اور دروازہ چن دیں، پھر کسی نے کہا کہ اِس کو شہر سے باہر نکالدیں اور پھر اِس سے مطلب نہ ہو کہ کہاں گیا، ابوجہل نے کہا کہ ہم ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی منتخب کرلیں اور یہ سب آدمی ایک ساتھ اُس پر وار کریں تاکہ اُس کا خون ہر قبیلہ کی گردن پر ہو، اِس صورت میں بنی ہاشم ان سب قبیلوں کے ساتھ لڑائی نہ کرسکیں گے، سب لوگ اِس رائے کے ساتھ متفق ہو گئے۔

آں حضرت اور ابو بکرؓ کی مکہ سے روانگی، اور غار ثور میں قیام۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اِس مشورہ کی خبر پہونچی تو آپ نے علیؓ سے فرمایا کہ میرے بستر پر سو رہو، اِس وقت کفار آپ کے دروازہ پر جمع تھے مگر سو گئے تھے آپ نے کفار کو سوتا ہوا چھوڑا اور خفیہ طور پر ابو بکرؓ کے مکان پر تشریف

لے گئے وہاں سے اُن کو اپنے ساتھ لیا ، اور عبداللہ ابن ارقط کو (جو مشرک تھے)
اپنا رہبر بنایا اور غار ثور کی طرف جو مکہ کے نشیب میں ایک پہاڑ ہے
تشریف لے گئے اور تین روز وہاں قیام فرمایا ابوبکرؓ کی بیٹی اسماءؓ[1] دونوں کو
کھانا لیجاتی تھیں، قریش ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے اُسی غار تک پہونچے ابوبکر اُن کی
آواز سن کر شکستہ دل ہوے اور کہنے لگے کہ آج دشمنوں نے ہم کو ڈھونڈ لیا
آپ نے فرمایا کہ "غمگین مت ہو خدا ہمارے ساتھ ہے" پھر تین روز کے بعد
غار ثور سے باہر نکل کر مدینہ کا راستہ اختیار کیا اور گیارہویں ربیع الاول پیر
کے دن دوپہر کے وقت مدینہ پہونچے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم محلہ قبا[2] میں کلثوم بن ہدم کے پاس اُترے
جمعرات تک وہاں قیام فرمایا اور مسجد قبا کی نبیاد ڈالی جس کی شان میں یہ
آیت نازل ہوئی لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ
ہاں وہ مسجد کہ جس کی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی اُس کا البتہ حق ہے کہ تم
اُس میں کھڑے ہو (کر امامت کیا کرو)

پھر جمعہ کے دن قبا سے باہر تشریف لاے۔
یہاں انصار میں سے جس کا گھر راستہ میں پڑتا وہی آپ کے ناقہ[3] کو

---

[1] حضرت اسماء کو ذات النطاقین بھی کہتے ہیں
[2] قبا فصیل مدینہ سے باہر ایک محلہ ہے۔ [3] اونٹنی۔

پکڑتا اور عرض کرتا کہ "یا رسول اللہ یہاں تشریف لایئے" آپ ارشاد فرماتے کہ "اِس کا راستہ مت روکو چھوڑ دو"

ناقہ چلتے چلتے اُس جگہ پر جہاں مسجد نبوی ہے خود بخود بیٹھ گیا، اِس جگہ سے ملا ہوا گھر ابوایوب انصاری کا تھا، آں حضرت ناقہ پر سے اُتر پڑے ابوایوب کجاوے کو اپنے گھر لے گئے اور آں حضرت نے اُن ہی کے گھر میں اُس وقت تک قیام فرمایا کہ مسجد نبوی[1] اور آپ کا گھر تیار ہو گیا۔

اس سال عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے، یہ پہلے بچے تھے جو مہاجرین کے یہاں مدینہ میں تولد ہوئے۔

**مواخاۃ مہاجرین وانصار** پیغمبر خدا نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی[2] بندی قائم کی حتیٰ کہ اُن کی وراثت اور مال ومتاع میں دونوں برابر کے شریک ہو گئے۔

---

[1] آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس مدینہ شریف میں مسجد بنائی دیواریں پتھر اور گارے کی تھیں، چھت کھجور کی لکڑی اور پتوں سے پاٹی گئی تھی، جس زمین مقدس پہ مسجد بنائی گئی ہے وہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی اُن بچوں نے نہایت شوق سے یہ زمین نذر کرنی چاہی لیکن آپ نے اصرار کر کے اُس کی قیمت ادا کی۔

[2] اس بھائی بندی کے عہد کو عقد مواخات کہتے ہیں۔

سنہ ۲ھ دوسرے سال قبلہ کی تحویل[1] ہوئی، آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہونچنے کے بعد سے کُل اُٹھارہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی گئی اور اسی سال رمضان کے روزے فرض ہوئے +

---

[1] نماز مکہ میں فرض ہو گئی تھی اور حضرت بلالؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن منتخب کیا تھا وہ بڑے بلند آواز تھے، پہلے آں حضرت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمایا کرتے تھے، لیکن مدینہ منورہ میں مسجد حرام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا، تحویل قبلہ شعبان کے نصف مہینے میں ہوئی اور جب مہینہ ختم ہونے کو آیا تو روزے فرض کئے گئے +

# غزوات و سریات[1]

غزوۂ بدر (۲ھ)

اسی سال غزوۂ بدر کبرے واقع ہوا اور اِس غزوہ کا سبب یہ تھا کہ جب سے مسلمانوں نے مدینہ کو ہجرت کی قریش کسی وقت اپنے مکر سے باز نہ رہے، یہاں تک کہ ابوجہل ایک دن چھپ کر آیا اور عیاش ابن ربیعہ کو فریب دیکر مکہ لے گیا اور وہاں لیجا کر بند کردیا اور اسی طرح ہمیشہ مسلمانوں کے درپے رہا، آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی جاسوس بھیجتے تاکہ اُن کی کارروائیوں سے واقفیت ہو اور اُن کے دفع کرنے کی کوشش کی جاوے۔ اب یہ حالت ہوگئی تھی کہ دونوں طرف مخالفت بڑھ گئی اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے واقع ہونے لگے اس عرصہ میں قریش کا ایک قافلہ شام سے آیا جس کا سردار ابوسفیان تھا لوگوں نے ابوسفیان سے کہا کہ محمد تمھاری فکر میں ہیں، اُس نے قریش کو خبر بھیجی اور مکہ کے بہت سے لوگ اُس کی مدد کو آگئے، صرف ابولہب نہیں آیا، یہ سب نوسو پچاس مردان جنگی تھے

[1] جن لڑائیوں میں آپ بنفس نفیس شریک تھے اُن کو غزوہ اور جن میں آپ شریک نہیں ہوے بلکہ کسی صحابی کو سردار بنا کر بھیجا اُن کو سریہ کہتے ہیں۔

اور اُن کے ساتھ سو گھوڑے بھی تھے، جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اِس کا حال معلوم ہوا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ اُٹھو تیار ہو، کچھ لوگ مستعدی کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ سستی میں پڑے رہے کچھ آدمیوں نے چاہا کہ قافلہ لوٹ لیں مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا، القصہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوکر قریش کو آنے سے روک دیا جس کا تذکرہ قرآن مجید میں اس طرح ہے كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ يُجَادِلُونَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنظُرُونَ ط وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَٰتِهِۦ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَٰفِرِينَ ۝ تمھارے پروردگار نے (لڑائی کے دو پہلوؤں میں سے) صحیح پہلو اختیار کر کے تم کو گھر سے نکلنے پر آمادہ کیا اور مسلمانوں کا ایک گروہ (تمھارے نکل کھڑے ہونے سے اُس وقت بھی) ناخوش تھا کہ وہ لوگ (حق بات کے) ظاہر ہوئے پیچھے تمھارے ساتھ حق بات میں لگے جھگڑا کرنے (اور مارے ڈر کے پیچھے ہٹتے) گویا اُن کو (زبردستی) موت کی طرف ڈھکیلا جاتا ہے اور وہ (موت کو آنکھوں سے) دیکھ رہے ہیں اور (مسلمانو یہ وہ وقت تھا) جب خدا تم مسلمانوں سے وعدہ فرماتا تھا کہ (مشرکین مکہ کی اُن) دو جماعتوں میں سے (کوئی سی) ایک (بھی تم لڑائی کے لئے اختیار کرو گے تو وہ) تمھارے ہاتھ آجائے گی اور تم چاہتے تھے کہ جس میں (لڑنے کا) بوتہ نہیں وہ تمھارے

ہاتھ آجاے اور اللہ کی مرضی یہ تھی کہ اپنے حکم سے (دین) حق کو قائم کرے اور کافروں کی جڑ بنیاد کاٹ ڈالے ۔"

تیسری ماہ رمضان سنہ ۲ ھ کو تین سو تیرہ آدمیوں نے اس مہم کی تیاری کی ان میں سے ستر مہاجر اور باقی انصار تھے ، مقداد اور زبیر ابن العوام بس یہی دو سوار تھے اور چونکہ اونٹ ستر سے زیادہ نہ تھے اس لئے نوبت بہ نوبت اُن پر سوار ہوتے تھے ، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علیؓ اور زیدؓ کے درمیان صرف ایک اونٹ تھا ، اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عبد الرحمن ابن عوفؓ کے پاس بھی ایک اونٹ تھا اور یہی حال اوروں کا بھی تھا ، لواؑ کو مصعب بن عمیرؓ نے لیا اور رایتؑ علیؓ ابن ابی طالب کے ہاتھ میں تھا۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ قریش کی تعداد نوسو اور ہزار کے درمیان ہے اور عتبہ ، شیبہ ، ولید ، ابو جہل ، عمرو ابن عبدود اور دوسرے سردار قریش بھی اُن میں موجود ہیں تو آپ نے اصحاب سے یہ فرمایا کہ اب مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو تمھارے سامنے ڈال دیا ہے ، اُن سے رائے طلب کی ، ابو بکرؓ اُٹھے اور اُنھوں نے ایک برجستہ تقریر کی پھر عمرؓ کی باری آئی اور اُنھوں نے بھی داد سخن دی پھر مقدادؓ اُٹھے

---

ؑ لوا اور رایت فوجی نشان کو کہتے ہیں اور رایت اُس نشان کو کہا جاتا ہے جو امیر عسکر کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

اور اُنہوں نے کہا یارسول اللہ کر وجس کا خدانے آپ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں قسم اللہ کی ہم ایسا نہ کہیں گے جیسا بنی اسرائیل[1] نے موسٰی سے کہا کہ "جا تو اور تیرا خدا دونوں لڑلو، ہم تو یہیں بیٹھے ہیں" قسم اللہ کی اگر آپ ہم کو برک الغماد (یعنی شہر حبش) میں لے جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ ہو کر لڑینگے پھر آن حضرت صلعم نے فرمایا اے لوگو (انصار) ہم کو مشورہ دو پس سعد ابن معاذ رض اُٹھے اور عرض کیا شاید آپ ہم سے مشورہ چاہتے ہیں آپ نے فرمایا "ہاں" سعد نے کہا "میں آپ پر ایمان لایا ہوں، اُٹھئے خدا کی قسم جس نے آپ کو بھیجا ہے اگر آپ ہم کو دریا میں لے جائیں گے اور اُس کے اندر گھسیں گے تو ہم بھی گھسیں گے۔

قصہ مختصر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے اور اُس کے قریب نزول اجلال فرمایا جب دونوں جماعتیں مقابلہ میں آئیں تو مشرکین کی طرف سے عتبہ، اور شیبہ، پسران ربیعہ اور ولید ابن عتبہ تھے، اور مسلمانوں میں سے عوف رض اور معوذ رض پسران عفرا، اور عبد اللہ بن رواحہ رض میدان میں آئے کافروں نے اُن سے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو اُنہوں نے کہا ہم انصار ہیں، کافروں نے کہا ہم کو تم سے کچھ غرض نہیں ہے،

---

[1] بنی اسرائیل مصر کی ایک مشہور قوم جو حضرت یعقوب کی نسل تھی جس کا ذکر جا بجا کلام مجید میں موجود ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث تھے۔

سردار عرب جو ہمارے ہمپایہ ہیں وہ ہمارے سامنے آئیں، آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ گفتگو سن کر فرمایا اے حمزہ اٹھو، اے عبیدہ بن الحرث بن عبدالمطلب اٹھو، اور اے علی اٹھو، چنانچہ حمزہ میدان میں آئے اور فوراً شیبہ کو مار ڈالا، اور پھر اسی طرح علیؓ نے ولید کو خاک پر گرا دیا، عبیدہ اور عتبہ دونوں نے ایک دوسرے پر خوب وار کئے اور ہر ایک نے اپنے مقابل کو زخمی کیا، عبیدہؓ گرے، لیکن اسی اثنا میں حمزہ اور علیؓ دونوں عتبہ کے اوپر چھپٹے اور اس کو قتل کر دیا، عبیدہؓ کو اٹھا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، عبیدہ نے کہا "اے رسول خدا کیا میں شہید نہیں ہوا" آپ نے فرمایا "نہیں تم نے شہادت حاصل کی" پھر عبیدہؓ نے کہا کہ اگر آج ابو طالبؓ زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ان سے زیادہ میرا حق تھا کہ ان کا میں یہ شعر پڑھتا،

ونسلمه حتّٰی نصرع حولہ ۔۔۔ ونذھل من ابناءنا والحلائل

ہم اُس کو اُس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب خود اُس کے ارد گرد ڈھیر ہو جائیں۔ ۔۔۔ اور اپنی بی بیوں اور بچوں کو بھی فراموش کردیں

پھر ان دونوں گروہوں میں جنگ مغلوبہ ہوگئی اور سخت خونریزی واقع ہوئی اور بالآخر مشرکین نے شکست کھائی، جب مشرکین (جو اس لڑائی میں گرفتار ہوے تھے) مدینہ پہونچے تو ان میں سہل ابن عمر کو ام المومنین حضرت سودہؓ نے[1]

---

[1] حضرت سودہؓ کے ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب کے مرد تو مرد (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

دیکھکر کہا کہ تو نے عورتوں کی مانند اپنے آپ کو دشمنوں کے سپرد کیا، مردوں کی طرح کیوں نہ جان دی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سُن لی اور فرمایا "اے سودہ خدا اور رسول کے ساتھ خبردار رہو" اُنھوں نے کہا اَے رسول خدا جب میں نے اُس کو اس حال میں دیکھا تو مجھسے ضبط نہو سکا آپ نے حکم دیا "کہ قیدیوں پر مہربانی کرو یہاں تک کہ اپنا کھانا اُن کے سامنے رکھو"۔

حاصل کلام قریش نے فدیہ دیکر قیدیوں کو چھڑا لیا جن کی تعداد ستر تھی، اس غزوہ میں کل چودہ مسلمان شہید ہوے، چھہ ان میں سے مہاجرین تھے اور آٹھ انصار۔

پہلے تو قریش نے اپنے مقتولوں پر گریہ وزاری کی پھر کہا کہ ہم کو خاموش رہنا چاہیئے تاکہ محمد اور اُن کے اصحاب نہ ہنسیں۔

اسود ابن یغوث کے بیٹے زمعہ اور عقیل اور حارث قتل ہو گئے تھے اور وہ اُن پر گریہ وزاری کرنا چاہتا تھا لیکن غیرت مانع ہوئی ناگاہ ماتم کی آواز سُنی خود نابینا تھا نہ جا سکا اپنے غلام سے کہا کہ شاید ماتم کی اجازت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اُن کی عورتیں تک جذبات قومی میں کس طرح ڈوبی ہوئی تھیں، حضرت سودہؓ باوجودیکہ اسلام لا چکی تھیں لیکن میدان جنگ میں زندہ رہکر گرفتاری کو ایک ننگ و عار جانتی تھیں اور یہ کلمات اسی جذبہ سے بے ساختہ زبان پر آ گئے۔

وَالدُّرُّ فِي الْمَخَانِقِ ۔ اِنْ تُقْبِلُوا نُعَانِقِ

موتی ہمارے دوپٹوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر میدان جنگ میں تم لوگ آگے بڑھو گے تو ہم تم کو گلے لگائیں گے

اَوْ تُدْبِرُوا نُفَارِقِ

لیکن اگر تم پیچھے ہٹے تو ہم تم سے قطع تعلق کریں گے

پھر مردوں نے نہایت استقلال کے ساتھ جنگ کی، حمزہؓ اور علیؓ ایک بڑے ہجوم کے اندر گھس کے غائب ہو گئے خدائے قادر نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور مشرکین کے پاؤں اُکھڑ گئے لیکن کمانداروں کو مال غنیمت کا لالچ ہوا اور اُس جگہ سے ہٹ گئے جس کی نسبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہاں سے ہرگز نہ ہٹنا نتیجہ یہ ہوا کہ خالد نے مع اپنے آدمیوں کے مسلمانوں کے پیچھے سے حملہ کیا اور کمانداروں کو مار ڈالا مشرکین نے مسلمانوں کو دونوں طرف سے گھیر لیا اور غالب ہو گئے جو پتھر وہ پھینکتے تھے اُن میں سے ایک لب مبارک پر لگا جس سے نیچے کے چار دانتوں میں سے ایک دانت شہید ہو گیا، رخسارے اور پیشانی مبارک پر بھی زخم پہونچا، اس صدمہ سے آپ گر پڑے اور کاسۂ زانوے مبارک (گھٹنا) چھل گیا، چند آدمی[1] آپکے آگے آ گئے تھے جو حفاظت کے لئے جنگ

[1] اس لڑائی میں ام عمارہ نسیبہ بنت کعب مازینہ رضؓ بھی جو ایک صحابیہ تھیں لڑائی دیکھنے کی غرض سے گئیں تھیں، جب تک مسلمان غالب رہے یہ لڑائی کا تماشہ دیکھتی رہیں لیکن

کر رہے تھے اُن میں سے انصار کے پانچ آدمی شہید ہوے۔

ابو دجانہ آں حضرت کو اپنے آغوش میں لئے ہوے تھے اُنھوں نے اپنے آپ کو آں حضرت کی سپر بنا دیا تھا تیر آ آ کر اُن کی پیٹھ میں چھدتے تھے مصعب بن عمیر بھی اسی کوشش میں شہید ہو گئے اُن کے قاتل نے یہ سمجھا کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا ہے وہ قریش کی طرف پلٹا اور اُس نے کہا کہ میں نے محمدؐ کو قتل کر دیا جس سے مسلمانوں میں پریشانی پھیل گئی اور حالت دگرگوں ہو گئی مگر چند آدمی جن میں علیؓ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ وغیرہ تھے اپنی جگہ پر قائم رہے۔

اِس درمیان میں اُنس ابن بصیر نے مہاجرین کے چند آدمیوں کو دیکھا کہ اُنھوں نے لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا ہے اُن سے دریافت کیا کہ کیوں لڑائی میں کوشش نہیں کرتے تو اونھوں نے کہا کہ رسول اللہ تو قتل ہو گئے، اُنس نے کہا اُن کے بعد ہماری زندگی کیا کام آئے گی اَب ہمیں بھی اس کام میں جان دیدینی چاہیئے جن میں اُنھوں نے جان دی پھر وہ سب جم گئے اور نہایت ثابت قدمی کے ساتھ قتل و قتال

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جب شکست ہوئی اور آن حضرت مشرکین کے نرغے میں آ گئے تو یہ بھی آں حضرت کی حفاظت کے لئے پہونچیں اور لڑنے لگیں، اِن کا شانہ بھی زخمی ہوا تھا اور اُنھوں نے بھی بہت سے وار حملہ آوروں پر کئے تھے۔

کرتے رہے یہاں تک کہ خود بھی شہید ہو گئے، (جب معلوم ہوا کہ آں حضرت صحیح و سالم ہیں تب سب لوگ ایک محفوظ جگہ میں جمع ہو گئے)۔

اِس لڑائی میں ہندہ اور اُس کے ساتھ کی عورتوں نے مرے ہوئے مسلمانوں کے ناک کان کاٹ لئے اور ہندہ نے حمزہؓ کے پہلو کو (جو شہید ہو چکے تھے) چیر کر جگر نکال لیا اور اُس کو چبا ڈالا، ابو سفیان اپنے آدمیوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھا اور بلند آواز سے کہنے لگا، **الحرب بیننا سجال یوم بیوم اُعلُ ھبل**۔ لڑائی ہمارے درمیان ایک گردش کرنے والی چیز ہے آج کا دن (بدر) کا بدلہ ہو گیا ہبل اپنے دین کی تائید کر

جب ابو سفیان آواز دیکر لوٹ گیا کہ آیندہ سال پھر جنگ کے لئے تیار رہو تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ شہدا کو دیکھو چنانچہ اُنہوں نے دیکھنا شروع کیا، سعد انصاری کو دیکھا کہ ابھی تک رمق جان باقی ہے سعد نے اُن سے کہا کہ رسول اللہ کی خدمت میں میرا اسلام پہونچا کر کہنا کہ خدا آپ کو بہتر جزا دے اُس جزا سے کہ کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دی جاتی ہے، اور ہماری قوم سے کہنا کہ جب تک تمہاری آنکھ کی پتلی حرکت کرتی ہے اگر پیغمبر خدا کو کوئی تکلیف پہونچی تو خدا کے آگے تمہارا کوئی عذر نہ چلیگا، بس اسقدر کہنے کے بعد سعدؓ نے انتقال کیا۔

حمزہؓ کی بہن صفیہ آئیں کہ اپنے بھائی کی لاش کو دیکھیں، آپ نے اُن کے بیٹے سے فرمایا کہ اُن کو روک دو کہیں اپنے بھائی کے اس حال کو نہ دیکھ لیں،

زبیر نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اُن کو روک دیا،

حمزہؓ کی بہن نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی کا مُثلہ

کیا ھے (یعنی ناک اور کان کاٹ ڈالے ہیں) خدا کی راہ میں تو یہ ایک دلی

بات ہے، حمزہؓ کے جنازے کے پاس آکر نماز جنازے کی پڑھی اور جب

شہیدوں کو دفن کر چکے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ آئے تو انصار کی

ایک عورت کو جن کا باپ اور شوہر دونوں شہید ہو چکے تھے لوگوں نے دیکھا کہ

جب اُن کو اُن لوگوں کے شہید ہونے کی خبر پہونچی تو کہنے لگیں کہ پہلے رسول اللہ

کا حال بیان کرو کہ وہ کیسے ہیں لوگوں نے کہا وہ اُسی حال میں ہیں جس میں تم

چاہتی ہو، کہا میں اُن کو دیکھنا چاہتی ہوں، جب اُن کی نگاہ چہرہ ہمایوں پر

پڑی تو کہنے لگیں :-

"جب آپ موجود ہیں تو سب غم ہیچ ہیں"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ احد سے شنبہ کے دن واپسی ہوئی

غزوہ حمراء الاسد ۳ھ | اسی سال میں غزوہ حمراء الاسد بھی واقع ہوا اس کی

صورت یہ ہوئی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مشرکین آتے ہیں

باشتیاق تمام اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ سے باہر کوچ فرمایا تاکہ مشرکین

مسلمانوں کی شان وشوکت دیکھیں اور آپ مدینہ سے روانہ ہو کر حمراء الاسد

(جو مدینہ سے سات میل ہے) پہونچے۔

ابوسفیان مشرکین کی جماعت کے ساتھ مسلمانوں کے استیصال کے لئے آرہا تھا، راستہ میں معبد الخزاعی سے ملاقات ہوئی، پوچھا کہ تمھاری طرف کیا حالت ہے کہا کہ محمد ایک جماعت کے ساتھ باہر تشریف لائے ہیں اُن کی مثل میں نے کسی کو نہیں دیکھا یہ سُن کر مجبوراً ابوسفیان مکہ کو لوٹ گیا =

**سریہ رجیع ۴ھ**

ماہ صفر ۴ھ میں سریہ رجیع ہوا اور اس سریہ کا سبب یہ تھا کہ عضل اور قارہ کے آدمیوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کسی کو کر دیجئے تاکہ وہ ہم کو شریعت کے احکام سکھایا کرے آپ نے چھ آدمیوں کو اُن کے ساتھ کر دیا جب وہ مقام رجیع پر (بنی ہذیل کے پانی کا مقام تھا) پہونچے تو اُنھوں نے مسلمانوں کے ساتھ دغا کی مسلمانوں نے بھی مقابلہ کیا جن میں سے تین آدمی شہید اور باقی تین قید ہو گئے، ان قیدیوں کو مکہ میں لے گئے اور قریش کے ہاتھ بیچ ڈالا جنھوں نے سب کی گردن ماردی۔

**سریہ بیر معونہ**

اسی سال صفر ہی کے مہینہ میں سریہ بیر معونہ واقع ہوا اس کی یہ صورت پیش آئی کہ ابو براء آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اگر نجد والوں کی طرف چند آدمیوں کو آپ بھیج دیں تو امید ہے کہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کریں گے، آپ نے فرمایا کہ مجکو

اصحاب کی جان کا اندیشہ ہے، اُس نے کہا اِس کا میں ضامن ہوں،
پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر رضہ انصاری کو مع چالیس برگزیدہ مسلمانوں کے
بھیجدیا، جب وہ بیر معونہ پر (جو مدینہ سے چار مرحلہ دور ہے) اُترے اور
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ عامر ابن طفیل کے پاس بھیجا جو اُن کا سردار تھا
تو اُس نے نامہ بر کو مار ڈالا اور صحابہ کے قتل کرنے کے لئے جمع ہو گئے
چنانچہ مکر و فریب سے سب اصحاب شہید کر دیے گئے مگر کعب ابن زید
جو زخموں کا بہانہ کر کے شہدا میں پڑے ہوے تھے بچ گئے اور بالآخر
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچ گئے۔

غزوہ بدر ثانیہ | اسی سال شعبان کے مہینے میں غزوہ بدر دوبارہ ہوا
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے اعلان جنگ پر مدینہ سے باہر
تشریف لاکر بدر کی جگہہ اُترے اور آٹھ رات تک وہاں قیام فرمایا لیکن
ابوسفیان مرالظہران تک پہونچکر لوٹ گیا۔

آں حضرت کا کتابت سیکھنے کے لئے حکم دینا | اِس سال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
زید ابن ثابت کو کتابت سیکھنے کا حکم دیا۔

ولادت حسین رضہ | بعض کا قول ہے کہ اسی سال میں حضرت امام حسین
ابن حضرت علی رضہ پیدا ہوے۔

غزوہ خندق ۵ھ | ۵ھ میں غزوہ خندق واقع ہوا اور اس کی یہ

صورت ہوئی کہ جھوداں بنی نفیر ایک گروہ جمع کر کے قریش کے پاس مکہ پہونچے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے اُن کو برانگیختہ کیا اور کہا کہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو برباد نہ کرلیں گے ہم تمہارے مددگار رہیں گے قریش نے اس بات کو منظور کرلیا، اس کے بعد وہ قبیلہ غطفان کے پاس آئے اُن سے بھی ایسا ہی کہا اُنہوں نے بھی منظور کیا پھر قریش ابوسفیان اور غطفان عتبہ کی سرداری میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کو نکلے آپ نے سُنا تو سلمان فارسی کی رائے کے مطابق خندق کھودنے کا حکم دیا، قریش مع دس ہزار آدمیوں کو سامنے آئے اور سیلہائے رومہ کی گذرگاہ کی جگہہ مقیم ہوے۔

غطفان نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ اُحد کے پہلو پر قیام کیا اور بنی قریظہ جنہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اُن کو اہل قریش نے اس طرح مکر و فریب میں پھنسا لیا کہ آخر اُنھوں نے معاہدہ کو توڑ دیا اور اُن ہی کے ساتھ مل گئے۔

مشرکین نے خندق کے گرد بیس روز تک محاصرہ رکھا دونوں طرف سے صرف تیراندازی ہوتی رہی کئی دن کے بعد چند سوار قریش کے جن میں عمرو بن عبدود اور عکرمہ بن ابی جہل تھے آئے اور خندق کے کنارے پر جو ایک تنگ جگہ تھی کھڑے ہوے اور گھوڑوں کو دوڑایا عمرو بن عبدود علم بھی باہر آیا

تاکہ لوگ اُس کے مرتبہ کو پہچانیں اور اسی لئے اپنا مد مقابل چاہا علی کرم اللہ وجہہ
اُس کے مقابلہ میں آئے اور اُنھوں نے ایک ضرب میں دشمن کو قتل کر دیا
اِس کے بعد اُن کے گھوڑے بھاگنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے اِن کے مابین اختلاف پیدا کر دیا سردی کے دن تھے
اور ہوا تیز اور سرد چلتی تھی جس نے اُن کے مطبخ اور خیموں کو جڑ سے اُکھاڑ کر
پھینک دیا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے یٰایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ
جاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا۔ اے ایمان والو یاد کرو
اللہ کے احسان کو اپنے اوپر جب آئیں تم پر فوجیں ہم نے بھیجیں اُن پر ہوا اور وہ فوجیں جن کو
تم نے نہیں دیکھا۔

قریش کو اس لڑائی میں شکست ہوئی اور غطفان والے اس کی خبر سُن کر
واپس ہو گئے

غزوۂ بنو قریظہ

اسی سال غزوہ بنی قریظہ وقوع میں
آیا، اِس کی یہ شکل پیش آئی کہ یہودی مسلمانوں کے ساتھ سب سے
زیادہ کینہ رکھتے تھے، نہ کسی عہد پر قائم رہتے تھے، اور نہ کسی وعدہ کو پورا کرتے تھے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام مدینہ ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں اُن سے
امن کا عہد لیا تھا مگر جب بدر کی لڑائی کے وقت اُنھوں نے عہد شکنی کی
تو آپ اُن کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم اِس روز سیاہ سے

جو قریش کو پیش آیا خوف کرو وہ کہنے لگے اسے محمدؐ کیا ناز کرتے ہو تم کو
اُس قوم سے کام پڑا ہے جو لڑائی سے ناواقف ہے اور وہ عہد نامہ آپ کے
سامنے ڈالدیا پھر آپ نے وسط شوال سنہ ۲ھ میں اُن کو دس روز تک محاصرہ
میں رکھا بعد ازاں اُنھوں نے اپنے آپ کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
حوالہ کر دیا اور عبد اللہ بن اُبی نے کچھ عرض کیا اور گریبان مبارک تک ہاتھ
لیجا کر خوشامد کی اور کہا اے محمدؐ مہربانی فرمایئے، آپ نے حکم دیا کہ جلاوطن
کئے جائیں، پھر کعب بن الاشرف یہودی سنہ ۳ھ میں مکہ گیا اور کشتگان بدر پر
گریہ وزاری کی اور اُن لوگوں کو بھڑکایا، ابورافع یہودی اُس کا دوست
ہو گیا، اور دونوں نے فتنہ برپا کیا، سنہ ۴ھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بنی نضیر کی طرف تشریف لے گئے تاکہ اُن سے ادائے دیت میں مدد چاہیں
وہ اور اُلٹے آپ کے شہید کرنے کے لئے متفق ہو گئے، آپ کو جب اسکی
اطلاع ہوئی تو آپ نے اُن کا بھی محاصرہ کیا اور جب وہ محاصرے سے عاجز آگئے
تو اُن کو بھی جلاوطن کئے جانے کا حکم دیا، لیکن بنو قریظہ نے باوجود اس کے
کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موافقت کا عہد کیا تھا، قریش کے ورغلانے
سے جنگ خندق کے وقت عہد توڑ دیا، اور کھلم کھلا دشمنوں سے مل گئے
جنگ خندق سے اگلے روز ہی آپ نے اُن کا محاصرہ کیا اور پندرہ روز تک
محاصرہ قائم رہا جب وہ جان سے تنگ آگئے اور خدا نے اُن کے دلوں میں

رعب ڈال دیا تو انھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کرلی ، بنی اوس جو بنی قریظہ کے حلیف تھے اُنھوں نے عرض کیا کہ :-

"یارسول اللہ جس طرح کہ موالی خزرج (یعنی بنو قینقاع) کے ساتھ معاملہ کیا ہے بنی قریظہ کے ساتھ جو ہمارے موالی ہیں معاملہ کر لیجئے" آپ نے فرمایا "سعد (جو اُس کے ہم قوم تھے) کے حکم کو قبول کرتے ہو؟" جواب دیا منظور ہے آں حضرت نے حکم دیا کہ سعد کو بلائے چنانچہ وہ گئے اور سعد کو گدھے پر سوار کرا کے آپ کے سامنے لائے اور ان سے یہ کہتے آرہے تھے کہ اپنے موالی (قوم) کے ساتھ احسان کرو لیکن سعد نے حاضر ہو کر کہا کہ "میں ان کے حق میں حکم دیتا ہوں کہ یہ آدمی مار ڈالے جائیں اور اُن کا مال مسلمانوں پر تقسیم کیا جائے" اِس کے بعد پیغمبر خدا مدینہ واپس تشریف لائے اور بنو قریظہ کو ایک انصاری کے گھر بند رکھا اور پھر ایک ایک کی گردن ماردی گئی ۔

غزوہ بنی المصطلق | ۶ھ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق اس طرح واقع ہوا کہ بنی المصطلق نے مسلمانوں کی مخالفت پر ایک جم غفیر جمع کیا اور حارث کو اُس کا سپہ سالار بنایا ، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آمادہ جنگ ہوئے اور مسلمانوں اور بنی المصطلق سے اُس آبگیر پر مقابلہ ہوا جو اِن ہی مشرکین کا تھا مشرکین نے پہلے لڑائی کی کوشش کی اور پھر فرار ہو گئے ۔

عمرہ | اسی سال ذی القعدہ کے مہینے میں آں حضرت صلے اللہ

علیہ وسلم نے عمرہ کا قصد کیا ، اور بغیر کسی لڑائی کے قصد کے ایک گروہ کے ساتھ
جس میں چودہ سو مہاجرین و انصار ہوں گے مکہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور
ہدی (قربانی) کے لئے ستر اونٹ روانہ کئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ خانۂ کعبہ کی
زیارت کے لئے تشریف لاتے ہیں جب موضع عسفان پر پہونچے تو بشر بن
سفیان الکعبی آپ سے ملا اور عرض کیا کہ " اے رسول اللہ قریش آپ کے
آنے کا حال سُنکر ذی طویٰ کے آس پاس جمع ہو گئے ہیں اور قسم کھائی ہے کہ
آپ کو اُس جگہ ہرگز نہ جانے دیں " اس کے بعد عروہ بن مسعود الثقفی جو اہل
طائف کا سردار تھا قریش کا بھیجا ہوا آیا اور کہا کہ قریش نے پلنگینہ (ایک
قسم کا کپڑا ہوتا ہے جس میں چیتے کی کھال جیسے گُل ہوتے ہیں) پہنا ہے اور خدا کی
قسم کھائی ہے کہ آپ کو مکہ میں ہرگز نہ آنے دیں " اس گفتگو کے درمیان
عروہ نے ریش مبارک کو چھونا چاہا مغیرۃ بن شعبہ نے جو آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے تھے اُس کے ہاتھ کو جھٹک کر کہا کہ رسول اللہ کے
مُنہ کی طرف سے ہاتھ الگ ہٹا، عروہ نے کہا " تو عجب کج خلق ہے " آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا ، یہاں اُس نے دیکھا کہ پیغمبر جب اگر
وضو فرماتے ہیں تو اصحاب گرتے ہوئے پانی لینے کے لئے دوڑتے ہیں
اور اگر کوئی بال آپ کا گرتا ہے تو اُسی وقت اُٹھا لیتے ہیں ، پھر جب وہ
قریش کے پاس آیا تو اُس نے کہا کہ میں خسرو و قیصر کے مُلک میں بھی

گیا ہوں مگر خدا کی قسم میں نے تو کوئی بادشاہ اُس قوم میں ایسا محترم نہیں دیکھا جیسا کہ محمدؐ کو اپنے اصحاب میں پایا۔

بیعۃ الرضواں

پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش میں نامہ و پیام شروع ہوا اور آپ نے عثمانؓ بن عفان کو ابوسفیان اور اعیان قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا کہ اُن سے کہیں کہ ہم جنگ کے لئے نہیں آئے ہیں مگر اُنہوں نے عثمانؓ کو پکڑ کر قید کر لیا۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی کہ اُن کو قتل کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ میں یہاں سے اس وقت تک نہیں ہٹوں گا جب تک کہ اُن سے بدلہ نہ لوں گا، پھر آپ نے لوگوں کو طلب فرمایا اور ایک درخت کے نیچے سب نے جان پر کھیل جانے کی بیعت کی، اس بیعت کو بیعۃ الرضوان کہتے ہیں۔

قریش اور آں حضرت کے مابین عہدنامہ

اِس کے بعد قریش نے آپ کے پاس سہیل کو بھیجا کہ اس شرط پر صلح کرلیں کہ اب کی سال لوٹ جائیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا، اور حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا لکھو "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سہیل نے کہا میں اِس کو نہیں جانتا بلکہ باسمک اللھم لکھو چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا، پھر آپ نے فرمایا لکھو کہ اِس شرط پر رسول اللہ نے سہیل کے ساتھ صلح کی، سہیل نے کہا کہ "اگر ہم جانتے کہ تم رسول اللہ ہو تو تمھارے ساتھ

ہرگز جنگ نہ کرتے"۔ اپنا نام اور اپنے باپ کا نام لکھواؤ، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بموجب علیؓ نے لفظ رسول اللہ کو مٹا دیا، الغرض اِن شرطوں پہ صلح کی گئی۔

(۱) دس برس تک ہم جنگ نہیں کریں گے۔

(۲) مشرکین کا کوئی آدمی، جو محمدؐ کے پاس آئے اُس کو واپس کردیں گے۔

(۳) ہر شخص کو اختیار رہے کہ چاہے محمدؐ سے اور چاہے قریش سے عہد کرے اُس میں کچھ مزاحمت نہ ہو۔

(۴) اِس سال مسلمان لوٹ جائیں اور دوسرے سال قریش تین دن کے لئے باہر چلے جائیں اور مسلمان آئیں اور تین روز رہیں اور بجز اسباب مسافرت اور میان کی ہوئی تلواروں کے اپنے ساتھ کچھ نہ لائیں۔

یہ معاہدہ لکھا جارہا تھا کہ ابو جندل پسر سہیل بیڑیاں پہنے ہوئے آں حضرت صلی اللہ وسلم کے سامنے آئے سہیل نے اپنے بیٹے کو دیکھکر کہا اے محمدؐ اِس کے آنے سے پہلے ہمارے اور تمھارے درمیان شرائط طے ہو چکے ہیں آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے اور حکم دیا کہ ابوجندل کو لوٹا دو اُس نے فریاد کی "اے مسلمانو! مجکو مشرکین میں لوٹاتے ہو وہ مجکو ایذا پہونچائیں گے" آپ نے فرمایا صبر کرو، ہم نے اُن کے ساتھ عہد کرلیا ہے اُس کو ہم نہیں توڑیں گے، مسلمان رنج کے مارے دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے

اور پریشان ہوتے رہے۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو واپس تشریف لائے تو عتبہ بن اسید وہاں پہونچے جو ایمان لے آئے تھے انہیں بھی مکہ میں قید کرلیا گیا تھا، آپ نے اُن کو بھی واپس بھیجدیا اور فرمایا کہ ہمارے مذہب میں عہد کو نہیں توڑتے ہیں۔

بادشاہوں کے نام مراسلات

اِس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خسرو اور قیصر اور نجاشی اور مقوقس شاہ مصر وغیرہ کے نام اصحاب کے ہاتھ خطوط روانہ فرمائے، مقوقس نے آپ کے خط کی نہایت توقیر کی اور تحائف[1] بھیجے، نجاشی نے جعفرؓ ابن ابی طالب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا قیصر اگرچہ اسلام لانا چاہتا تھا لیکن اپنی قوم سے خائف تھا، خسرو نے اُس خط کو چاک کردیا اور کہا کہ "یہ تو میرا بندہ ہے اور مجکو ایسا لکھتا ہے"۔ منذر والی بحرین وہاں کے تمام عربوں کے ساتھ اسلام لایا اور یہود اور گبر اور نصاریٰ جو وہاں رہتے تھے سب نے جزیہ دینا قبول کیا۔

جنگ خیبر ۷ھ ہجری

ساتویں برس جنگ خیبر ہوئی اور یہ جنگ اِس طرح

---

[1] مقوقس نے جو تحائف بھیجے تھے اُن میں چار کنیزیں بھی تھیں اُن کنیزوں میں ماریہ بھی تھیں جن سے آں حضرتؐ نے عقد کیا، اور جو ام المومنین ہوئیں، اور آپ کے بطن سے حضرت ابراہیم تولد ہوئے۔

واقع ہوئی کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ[1] سے لوٹے تو مدینے میں
ذی الحجہ کا پورا مہینہ اور کچھ حصہ ماہ محرم کا بسر کیا لیکن خیبر کے یہودیوں سے
بے خوف نہ تھے کیونکہ اُن کا بڑا دبدبہ تھا اور وہ وقت اور فرصت کے منتظر تھے
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہزار چار سو پیادوں اور دو سو سواروں کی
جمعیت سے خیبر کا محاصرہ کیا اور اُس کے تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح کر لئے
اولاً قلعہ ناعم کو پھر قموص، مصعب، وطیح، اور سلالم کو فتح کیا، پھر خیبر کا قلعہ
علیؓ کے ہاتھ سے فتح ہوا، آپ نے اولاً نشان ابو بکرؓ کے سپرد کیا اُنھوں نے
جنگ کی اور لوٹ آئے، دوسری مرتبہ عمرؓ ابن الخطاب کو نشان دیا اُنھوں نے
بھی سخت جنگ کی اور واپس آئے، پھر آپ نے فرمایا کہ قسم خدا کی کل میں
ایسے شخص کو نشان دوں گا کہ قلعہ کو زور کے ساتھ لے گا، پس دوسرے دن نشان
علیؓ کے سپرد کیا، وہ خیبر کی طرف بڑھے، اُس وقت وہ سرخ لباس پہنے
ہوئے تھے، جب خیبر پہونچے تو مرحب جو قلعہ کا مالک تھا یمانی خود پہنے ہوئے
مقابلہ کے لئے آیا، اور یہ شعر پڑھا :-

قد علمت خیبر انی مرحب ۔۔۔ شاکی السلاح بطل مجرب

تمام خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں ۔۔۔ کون مرحب؟ جو مسلح اور تجربہ کار بہادر ہے

---

[1] حدیبیہ ایک گاؤں ہے اور اُس گاؤں میں اس نام کا ایک کنواں ہے اُسی کنویں کے نام سے وہ گاؤں مشہور ہے اسی جگہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے مابین عہد نامہ صلح ہوا تھا۔

یہ سُن کر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

انا الذی سمتنی امی حیدرۃ — کلیث غابات کریہ المنظرۃ

میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے — جو جنگل کے شیروں کی طرح نہایت مہیب ہے

اکیلھم بالسیف کیل السندرۃ[۵۱]

میں اُن کو تلواروں پر سندرہ کی طرح تولوں گا

پھر ہر ایک نے دوسرے پر وار کیا، علی رضؓ نے پیش دستی کی اور اُن کی تلوار مرحب کی سپر اور خود کو کاٹتی ہوئی اُس کے سر پر پہونچی اور اُس کو خاک پر لوٹا دیا یہ فتح صفر کے مہینے میں حاصل ہوئی، پھر خیبر والوں نے اِس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ آپ کو نصف پیداوار دیا کریں گے اور جب آپ فرمائیں گے قلعہ کو خالی کر کے چلے جائیں گے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس شرط کو منظور فرمایا اور یہود خیبر بدستور قلعہ میں سکونت پذیر رہے لیکن عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اُن کو جلاوطن کر دیا۔

**خالد بن الولید کا اسلام قبول کرنا اور سریہ موتہ**

آٹھویں سال خالد بن ولید اور عمرو بن العاص ایمان لائے اور اسی سال جنگ موتہ واقع ہوئی،

اُس کی صورت یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر کی معرفت ایک خط فرماں روائے بصرہ کے پاس بھیجا جب وہ

---

[۵۱] سندرہ عرب کی ایک مشہور عورت تھی جس کے صحیح ناپنے اور ٹھیک تولنے کی شہرت عام و خاص میں تھی۔

موتہ میں پہونچے تو عمرو بن شرحبیل نے اُن کو قتل کر دیا اس لئے آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاول ۸ھ میں ایک لشکر تیار کیا جس میں تخمیناً
تین ہزار آدمی تھے اور زید بن حارثہ کو لشکر کا علم سپرد کیا اور فرمایا اگر وہ
مرجائیں تو جعفر بن ابی طالبؓ اور اُن کے بعد عبداللہ بن رواحہ علمدار ہوں
یہ سب لوگ روانہ ہو کر معان تک پہونچے وہاں پر سُنا کہ ہرقل نے ایک لاکھ
رومیوں اور ایک لاکھ عربوں کے ساتھ اُن پر فوج کشی کی ہے اور سرزمین
بلقاء میں اترا ہوا ہے، مسلمان دو رات معان میں مقیم رہے اور
سوچتے رہے کہ کیا کریں سب نے متفق ہو کر قرار دیا کہ ایک خط آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں اور اُن کے حکم کے آنے کا انتظار کریں
لیکن عبداللہ بن رواحہ نے کہا "دل کو قوی کر کے اُٹھ کھڑے ہو جس چیز سے
ڈرتے ہو خدا کی قسم وہ وہی چیز ہے کہ جس کی طلب میں بہ ذوق شہادت
گھر سے نکلے ہو اور ہم جماعت کثیر اور اپنی قوت کے بھروسہ پر دشمن سے
نہیں لڑتے ہیں بلکہ ہمارا لشکر اور ہماری قوت ہمارا دین مبارک ہے اللہ تعالےٰ
نے ہم کو اُسی کی بدولت فتحمند کیا ہے" سب نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو، اور
اُسی وقت روانہ ہو گئے، موضع شارف پر جو ایک گاؤں بلقاء کی نواح میں
ہے ٹھیرے وہاں اُن کو ہرقل کا لشکر ملا مگر مسلمانوں نے قریہ موتہ کی طرف
حملہ کیا اور یہاں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور خوب جنگ ہوئی، زید

ابن حارثہ کے ہاتھ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تھا اور بڑے جوش وشجاعت کے ساتھ لڑ رہے تھے یہاں تک کہ مخالف لشکر میں جا گھسے اور اور شہید ہو گئے، اُن کے شہید ہوتے ہی جعفر[1] ابن ابی طالب نے علم لیا رجز خوانی کرتے ہوے لڑنے لگے حتیٰ کہ اُن کا گھوڑا زخمی ہوگیا، اور وہ پا پیادہ ہو گئے بالآخر یہ بھی شہید ہو گئے، ان کے بعد عبد اللہ بن رواحہ نے اُس علم کو لیا اور گھوڑے کو چھوڑ کر پیادہ پا جنگ شروع کی یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے ان کی شہادت کے بعد مسلمان پریشان ہونے لگے اُس وقت ثابت بن ارقم انصاری نے علم کو ہاتھ میں لیکر کہا اے گروہ مسلمانان تم اپنے میں سے ایک شخص کی سرداری قبول کر لو، سب نے کہا کہ تمھارے سردار ہونے پر ہم سب راضی ہیں اُنھوں نے کہا میں اس کام کے قابل نہیں ہوں، خالد بن ولید موزوں ہیں، سب نے اتفاق کیا، خالد علم لیکر نہایت جانبازی سے لڑے اور دشمنوں کو پسپا کیا، اور پھر لشکر اسلام مدینہ واپس آیا۔

---

[1] اس لڑائی میں جب حضرت جعفرؓ پر ہر طرف سے وار شروع ہوے، تو پہلے اُن کا ایک بازو کٹ گیا اور پھر دوسرا۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کا بہت رنج ہوا اور آنسو نکل آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو بازو عطا کئے ہیں جن سے وہ جنت میں اُڑتے پھرتے ہیں اِس لئے اُن کو طیارہ (اُڑنے والا) اور ذوالجناحین بھی (دو بازوں والا) کہتے ہیں۔

**فتح مکہ** اسی سال حدیبیہ کی صلح ٹوٹ گئی ، اور شہر مکہ فتح
کیا گیا ، اس کا سبب یہ تھا کہ بنی بکر نے جو قریش کے حلیف تھے بنی خزاعہ پر
جنھوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا چڑھائی
کردی ، ان کے چند آدمیوں کو مار ڈالا اور اس کام میں قریش کے ایک گروہ نے
بھی بنی بکر کی مدد کی اس لئے جو معاہدہ قریش اور مسلمانوں کے مابین ہوا تھا
وہ ٹوٹ گیا ۔

ابو سفیان مدینہ میں اس غرض سے آیا کہ اُس عہد کو تازہ کرے
جو حدیبیہ میں ہوا تھا ، اور اپنی لڑکی ام حبیبہؓ (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
زوجہ مطہرہ) کے مکان پر قیام کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس کے
متعلق گفتگو شروع کی ، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا خاموش رہے ، پھر وہ
اصحاب کبار کی خدمت میں حاضر ہوا ، اُنھوں نے بھی کچھ جواب نہیں دیا
مجبوراً مکہ کو لوٹ آیا اور قریش سے اپنی سرگزشت بیان کی ، ادھر آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا سامان درست کیا اور مہاجرین و انصار
اور چند گروہ عرب کو ہمراہ لیکر جن کی تعداد دس ہزار تھی دسویں رمضان
سنہ ۸ھ کو مدینہ سے کوچ کیا ، جب مکہ کے قریب پہونچے تو حضرت عباسؓ
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ پر سوار تھے اور آگے آگے جا رہے تھے
اُنھوں نے ابو سفیان اور حکیم ابن حزام کی آوازیں سنیں جو تجسس میں نکلے تھے

عباسؓ نے کہا اے ابوحنظلہ (ابوسفیان) ابوسفیان نے کہا لبیک (حاضر) میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں تمھاری کیا حالت ہے، عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ دس ہزار آدمیوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں، اُس نے کہا مجکو کیا حکم دیتے ہو، عباسؓ نے کہا کہ میرے ساتھ آؤ، آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تیرے لئے امان چاہوں گا، پھر ابوسفیان کو اپنی سواری پر پیچھے بٹھالیا، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور اُس کے حق میں سفارش کی، آپ نے فرمایا کہ ابوسفیان کیا ابھی تک بھی تو نہیں سمجھا کہ خدا کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے، کہا ہاں جانتا ہوں، اے رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اگر خدا کے ساتھ دوسرا خدا شریک ہوتا تو ہمارے کام آتا، آپ نے فرمایا کہ شرم کی بات ہے کہ ابھی تک تو نے یہ نہ جانا کہ میں اُسی خدا کا رسول ہوں، کہا ہاں اس امر کی نسبت ایک بات میرے دل میں ہے، پھر اسلام قبول کیا، کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ جو کوئی ابوسفیان[1] کے گھر اور خانہ کعبہ میں داخل ہوگا وہ پناہ پاوے گا، اور جو شخص دروازہ اپنا بند رکھے گا وہ بھی امن میں رہے گا پھر عباسؓ سے

---

[1] ابوسفیان مکہ میں بڑا سردار تھا اور فخر و امتیاز کو بہت پسند کرتا تھا، عباسؓ کی سفارش پر آں حضرت نے اُس کو اتنی بڑی عزت عطا کی کہ اُس کے گھر کو جاے پناہ قرار دیا۔

فرمایا کہ ابوسفیان کو دامن کوہ کے تنگ گوشہ میں بٹھادو کہ جہاں سے خدا کا
لشکر اُس کے سامنے سے گزرے اور وہ اُس کو دیکھے، عباسؓ نے لیجا کر
اُسی جگہ بٹھادیا، پھر سامنے سے بنی غفار کے چار سو اور قبیلہ مزنیہ کے
چودہ سو آدمیوں کا گروہ اور اسی طرح قبیلہ تمیم اور قیس واسد کا ایک گروہ علم
اونچے کئے ہوے بلند آواز سے تکبیر و تہلیل[1] کرتا ہوا گذرا یہاں تک کہ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری بھی گذری آپ لشکر نیلگوں کے بیچ میں تھے اور
یہ لشکر بہادران مہاجرین و انصار کا تھا جو لوہے میں غرق نظر آتا تھا، ابوسفیان نے
پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں، عباسؓ نے کہا رسول اللہ مہاجرین و انصار
کے ساتھ ہیں، ابوسفیان نے کہا کہ تمھارے بھتیجے کو بڑی بادشاہی
ملی ہے، اُنھوں نے کہا یہ کیا کہتے ہو، یہ بادشاہی نہیں ہے، دبدبۂ
پیغمبری ہے، پھر ابوسفیان حکیم بن حزام کے ساتھ مکہ آیا اور اُس نے
خانۂ کعبہ میں داخل ہو کر باواز بلند کہا "اے گروہ قریش اب محمد تمھارے لئے
ایسا لشکر لاتے ہیں کہ جس کا تم کچھ علاج نہیں کر سکتے، اُنھوں نے کہا پھر
کیا کریں، ابوسفیان نے کہا جو شخص میرے گھر میں یا مسجد الحرام میں داخل ہوگا
یا جو اپنا دروازہ بند رکھے گا پناہ پاوے گا، اور پھر باواز بلند کہا "اے گروہ
قریش اسلام قبول کرو اور چھٹکارہ حاصل کرو، اس بات کے کہنے پر اُس کی

[1] تکبیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور تہلیل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کو کہتے ہیں۔

بیوی ہندہ سامنے آئی اور اُس کی ڈاڑھی پکڑ کر کہنے لگی، اے اولادِ غالب[1]
اِس بڈھے احمق کی گردن اڑاؤ۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زبیر اور سعد بن عبادہؓ کو بھیجا تاکہ
مکّہ میں داخل ہوں، سعد نے کہا کہ آج ہم کعبہ کو حرم[2] نہیں رکھیں گے مہاجرین
میں سے ایک شخص نے اس بات کو سن لیا، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہونچایا، آپ نے علیؓ ابن ابی طالب سے فرمایا کہ سعد سے ملو اور جھنڈا
اُن سے لے لو اور کہیں تم خود داخل ہو، اور خالد بن ولید کو حکم دیا کہ مکہ کے
نشیب سے داخل ہوں، خود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی طوی تشریف
لے گئے اور وہاں قیام فرمایا، اُس وقت سرخ چادر سر مبارک پر بندھی
ہوئی تھی، اِس فتح کا وہاں پر سجدہ شکر ادا کیا، اور پھر آگے بڑھے اور نشیب سے
مکہ کے بلند حصہ پر تشریف لے گئے جہاں آپ کے لئے راوٹی نصب
کی گئی۔

عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ نے موضع خندمہ میں ایک بڑی جماعت اکھٹی
کرلی تھی جس میں کچھ اوباش تھے اور کچھ بنی بکر اور بنی حارث کے آدمی اُن کے
ساتھ مل گئے تھے، اُنھوں نے خالدؓ کے اوپر خوب تیر برسائے اور

---

[1] اولاد غالب ایک قبیلہ کا نام ہے
[2] مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی شخص قریش میں سے کعبہ میں اس غرض سے داخل ہو کہ قتل سے مامون ومحفوظ ہو جائے تو یہ ممکن نہیں وہ قتل کیا جائے گا۔

اور اُن کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا ، خالد بھی تلوار کھینچکر اُن میں گھس گئے تین مسلمانوں کو شہادت حاصل ہوئی ، چند مشرک قتل ہوئے اور باقی بھاگ گئے اور بالآخر مسلمان مکہ میں داخل ہو گئے اسوقت مشرکہ عورتیں بال کھولکر راستہ میں کھڑی ہوگئیں اور اپنی چادریں مسلمانوں کے گھوڑوں کے منھ پر مارنے لگیں (تاکہ گھوڑے بھڑک اُٹھیں) آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کو دیکھکر تبسم فرمایا ، جب آپ مکہ میں تشریف لائے ہیں تو سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر آپ نے یوں فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَلَا اِنَّ كُلَّ دَمٍ اَوْ مَاثُرَةٍ اَوْ مَالٍ يُدَّعٰى الْجَاهِلِيَّةِ فَهُوَ تَحْتَ قَدَمِيْ هَاتَيْنِ اِلَّا سِدَانَةَ الْكَعْبَةِ وَسِقَايَةَ الْحَاجِّ

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اکیلا ہے وہ کوئی اُس کا شریک نہیں ہے آگاہ رہو جو طرزِ عمل ، یا مال یا خون جس کا زمانہ جاہلیت میں مطالبہ کیا جاتا تھا میرے اِن دونوں قدموں کے نیچے ہو، مگر مجاورت کعبہ اور زائرین کو آب زمزم پلانے کا انتظام۔

پھر آپ نے فرمایا " اے گروہ قریش تم جانتے ہو کہ ہم تمھارے ساتھ کیا کریں گے " اُنھوں نے کہا کہ " نیکی کی سوا کچھ نہیں کروگے ، تم مہربان اور مہربان بھائی کے بیٹے ہو " آپ نے فرمایا ، جاؤ میں نے تم کو آزاد کیا ، اس کے بعد سات مرتبہ طواف کرکے خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور وہاں نماز پڑھی ، کعبہ میں تین سو سات بت تھے جو پیغمبروں اور

بزرگوں کے نام پر تراشے گئے تھے، آپ کے حکم سے باہر پھینک دی گئی
اور اُن کی طرف اشارہ کرکے آپ نے فرمایا جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ،
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ کہدو کہ (بس دین) حق آیا اور (دین) باطل
نیست و نابود ہوا اور (دین) باطل تو نیست و نابود ہونیوالا ہی تھا۔

پھر صفا پر بیعت کے لئے تشریف لے گئے، عمرؓ ابن الخطاب ہمراہ
تھے، اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب لیکن کسی قدر نیچے
بیٹھے ہوئے تھے، اور اس بات پر بیعت لیتے تھے کہ خدا اور اُس کے
رسول کا حکم سنو اور قبول کرو، جب مردوں کی بیعت ختم ہوئی تو عورتوں
کی بیعت کی نوبت آئی، اُن میں ہند بنت عتبہ (ابوسفیان کی بیوی) بھی
موجود تھی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اِس بات پر
بیعت کرو کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں گے، اُس نے کہا کہ
ہمارے اوپر مردوں سے ایک چیز زیادہ کرتے ہو، پھر آپ نے فرمایا کہ
"بدکاری سے بچو" ہند نے کہا کیا کوئی شریف (حرہ) ایسا کرسکتی ہے، پھر
آپ نے فرمایا اپنی اولاد کو قتل نہ کیا کرو ہند نے کہا۔ بچپنے میں تو ہم نے اُن کو
پالا اور پرورش کیا اور جب بڑے ہو گئے تو بدر کبرے کے دن آپ نے
مار ڈالا بس آپ جانیں اور وہ جانیں، پھر آپنے فرمایا کسی پر تہمت مت
باندھو، ہند نے کہا قسم خدا کی یہ بری عادت ہے اور آپ اچھی عادت

اور اچھے کاموں کے سوا ہم کو کچھ نہیں سکھاتے، پھر آپ نے فرمایا نیک
کام میں ہمارے حکم سے مت پھرو، ہند نے کہا اگر آپ کی نافرمانی
منظور ہوتی تو اس جگہ نہ آتے، اس کے بعد آپ نے عمرؓ ابن الخطاب کو
حکم دیا اور اُنھوں نے آپ کے حکم کے موافق عورتوں سے بیعت لی ور توبہ کرائی۔
جب ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
بلال سے فرمایا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دو، اس وقت قریش
پہاڑ کی چوٹی پر تھے، کچھ لوگ اُن میں سے اسلام لائے تھے اور کچھ لوگ
پناہ چاہتے تھے۔

جب اذان میں حضرت بلال اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ پر پہونچے تو
جویریہ دختر ابوجہل نے کہا کہ خدا نے میرے باپ پر احسان کیا کہ آج
بلالؓ کی آواز کعبہ کی چھت پر سے نہیں سُنی، حرث بن ہشام نے کہا کاش کہ میں
آج کے دن مردہ ہوتا، اور بھی کچھ لوگوں نے ایسی ہی باتیں کہیں مگر کچھ زمانہ
نہ گذرا کہ ان سب نے اسلام قبول کیا اور پکے مسلمان ہو گئے۔

**غزوہ حنین** اسی سال ماہ شوال میں حنین میں (جو درمیان مکہ اور
طائف کے ایک جنگل ہے) قبیلہ ہوازن کے ساتھ جنگ ہوئی اور اُس کی
صورت یہ ہوئی کہ جب ہوازن کو خبر ہوئی کہ مکہ میں آں حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو خدا نے فتح عطا کی تو کہنے لگے کہ کچھ بعید نہیں کہ اب ہماری طرف

قصد کریں، پس یہ بہتر ہے کہ ہم ہی پیشقدمی کر دیں، چنانچہ مالک بن
عوف کی سرداری میں تمام ہوازن جمع ہوے اور ثقیف بھی اُن کے ساتھ
شریک ہو گئے جن کا سردار خارب بن الاسود تھا، مالک نے تجسس
کے لئے اپنے آدمیوں کو بھیجا، جب آں حضرت صلی اللہ علیہ نے اس حال کو
سُنا تو آپ بھی مع اُن دو ہزار آدمیوں کے جو فتح مکہ میں مسلمان ہوے تھے
اور دس ہزار اصحاب کے مکہ سے روانہ ہوے، مسلمانوں نے اپنی جمعیت کو
دیکھکر کہا کہ "آج ہم لوگ مغلوب نہیں ہو سکتے" چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

"اور (خاص کر) حنین کی لڑائی) کے دن جب کہ تمھاری کثرت نے تم کو مغرور کر دیا تھا
(کہ ہم بہت ہیں) تو وہ (کثرت) تمھارے کچھ بھی کام نہ آئی اور (اتنی بڑی) زمین
باوجود وسعت لگی تم پر تنگی کرنے"

مسلمان حنین کے قریب پہونچے اور ایسے جنگل میں اترے جو پیچ
در پیچ تھا اور کثرت سے اُس میں کھوئیں تھیں، یہ لشکر صبح کی تاریکی میں وہاں
پہونچا تھا، دشمن پہلے سے آکر تنگ اور پوشیدہ مقامات میں گھات میں
بیٹھے تھے، مسلمانوں کے پہونچتے ہی اچانک وہ جھپٹے اور یکبارگی اُن پر
حملہ کر دیا اور ایسی شکست دی کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہ رہی،
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھی طرف رخ کیا، اور مہاجرین و انصار کے

کچھ آدمی جن میں علیؓ، ابوبکرؓ، اور عباسؓ بھی تھے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے، آپ نے فرمایا "اے لوگو! یہاں آؤ میں پیغمبر خدا ابن عبداللہ ہوں" عباس رضی اللہ عنہ حضور کے خچر کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور وہ تنومند و بلند آواز تھے اُن سے آپ نے فرمایا کہ "تم آواز دو" اُنھوں نے پکارا اے گروہ انصار اور اے اصحاب سمرہ (یعنی بیعت رضوان والے) سب نے کہا لبیک! لبیک! اور ہر شخص نے اپنے اونٹ کو لوٹایا اور اگر کسی کو لوٹانے میں دقت ہوئی تو وہ اپنے اسلحہ لے کر اونٹ سے کود پڑا اور آواز کی طرف دوڑا یہاں تک کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سو آدمی جمع ہو گئے، پھر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سب کو ساتھ لیکر دشمن کی طرف بڑھے، جب لڑائی کی آگ پورے زور سے مشتعل ہوئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبدالمطلب۔ الان حمی الوطیس (یعنی میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں، ہوشیار ہو جاؤ کہ اب تنور گرم ہو گیا۔

پھر آپ نے ایک مٹھی خاک اُٹھائی اور مشرکین کی طرف پھینک کر ماری اُن کو شکست ہو گئی، چنانچہ قرآن مجید میں اسی طرف اشارہ ہے[1]

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ اور نہیں پھینکا تو نے (جب پھینکا تو نے) بلکہ اللہ نے پھینکا۔

---

[1] اصل میں یہ ایک معجزہ تھا جس میں مسلمانوں کو اُن کی لغزش پر تنبیہ اور (ملاحظہ ہو صفحہ آئندہ)

آپ کا ایک عورت کے لاشے پر گذر ہوا تو پوچھا کہ اس کو کس نے مار ڈالا لوگوں نے عرض کیا کہ خالدؓ بن ولید نے، آپ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ خالد سے جاکر یہ کہدو کہ رسول اللہ نے عورت اور بچے اور مزدور کے قتل سے منع کیا ہے۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کو غنیمت کا مال اور قیدیوں کی کثیر تعداد ہاتھ آئی، قیدیوں میں شماد حارث کی لڑکی جو پیغمبر خدا کی رضاعی بہن تھی سامنے آئی اور اپنا پتہ بیان کیا، حضور نے اُس کو پہچانا اور اپنی چادر اُس کے لئے زمین پر بچھادی اور جو اُس نے طلب کیا وہ دیا اور پھر اُس کو اُس کے گھر پہنچادیا، بعد ازاں ہوازن کے ایلچی آئے اور عرض کیا "اے رسول اللہ جو کچھ ہم پر گذرا آپ پر ظاہر ہے، آپ ہمارے اوپر مہربانی فرمائیے خدا آپ کے اوپر مہربانی فرمائیگا" اور قبیلہ بنی سعد والوں میں سے جو آپ کے ساتھ رضاعت کا رشتہ رکھتے تھے، زہیر آیا اور عرض کیا "اے پیغمبر خدا ان قیدیوں میں سے آپ کی رضاعی پھوپی اور خالہ اور وہ عزیز جن کی گود میں آپ نے پرورش پائی ہے آئی ہیں، ہم اگر نعمان[1] بن المنذر کی ایسی

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آں حضرت کے مؤید من اللہ ہونے کی تصدیق مقصود تھی مسلمانوں کو کثرت فوج پر بھروسہ تھا جس کا نتیجہ شک کی صورت میں نکلا اور پھر ایک مٹھی خاک سے ایسی تھوڑی جمعیت کو جو ۱۲ ہزار مسلمانوں پر غالب آگئی تھی پراگندہ کردیا۔ [1] نعمان بن المنذر ایک بادشاہ تھا۔

خدمت کرتے تو اُن سے ہم کو مہربانی کی امید ہوتی اور آپ تو اُن سے بہتر ہیں، پس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتیں ہمارے اور عبد المطلب کی اولاد کے حصہ میں آویں وہ ہم نے تم کو بخشیں اور جس وقت ہم نماز کے واسطے جمع ہوں اُس وقت تم یوں کہنا کہ عورتوں اور بچوں کے حق میں رسول اللہ کو مسلمانوں کے پاس اور مسلمانوں کو رسول اللہ کے پاس سفارش کے لئے لائے ہیں، چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا، آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ ہمارا اور عبد المطلب کی اولاد کا ہے وہ ہم نے تم کو بخشا، مہاجرین اور انصار نے کہا کہ جو ہمارے حصہ میں آویں اُن کو ہم نے رسول اللہ کے حوالہ کیا، غرض اِس طرح تمام قیدیوں نے جن کی تعداد چھ ہزار تھی رہائی پائی اس کے بعد مال غنیمت کو سب خاندانوں پر تقسیم کر دیا، جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت قریش اور دیگر قبائل عرب کو دیدیا اور انصار کو اُس میں سے کچھ حصہ نہ پہونچا تو اُن کے دلوں کو بہت رنج و ملال ہوا یہاں تک کہ اُن میں سے ایک آدمی بول اُٹھا کہ اب تو پیغمبر خدا مال غنیمت اپنے ہی لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو حاضر کرے جب یہ لوگ آگئے تو آپ نے فرمایا کہ "جو کچھ تم نے کہا مجھے معلوم ہو گیا لیکن خدا نے تم کو گمراہی سے ہدایت پر، افلاس سے دولتمندی پر

اور دشمنی سے محبت کے درجہ پر میرے ذریعہ سے نہیں پہونچا یا انھوں نے عرض کیا، اے رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا، حضور نے فرمایا "صاف جواب کیوں نہیں دیتے" کہا "آپ سے کیا عرض کریں" آپ نے فرمایا "اگر تم چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے اور میں تمھاری تصدیق کرتا کہ سب نے تم کو جھوٹا کہا اور ہم نے تصدیق کی، سب نے تم کو ذلیل کیا، اور ہم نے امداد کی، تم محتاج و بے نوا آئے تھے ہم نے تم کو ساز وسامان دیا، اے گروہ انصار! کیا تم اِس بات پر رنجیدہ ہو گئے کہ میں نے مٹھی بھر سونا ایک قوم کے قلوب کی تالیف کے لئے دیدیا، تم اِس پر خوش نہیں ہوتے ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ ساتھ لیکر جائیں اور تم رسول اللہ کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو جاؤ، خدا کی قسم اگر سب لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے راستہ پر تو میں انصار کی راہ کو پسند کروں گا"

اس تقریر کو سُن کر سب بے قرار ہو گئے اور اس قدر روئے کہ اُن کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور کہا کہ رسول اللہ نے جو تقسیم کی ہے اُس پر ہم راضی ہیں۔

غزوہ تبوک ۹ھ

نویں برس جنگ تبوک واقع ہوئی، اِس کی صورت یہ ہوئی کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنی کہ ہرقل بادشاہ روم مع عرب متنصرہ (عرب کے وہ لوگ جو نصرانی ہو گئے تھے) کے

میرے ساتھ جنگ کا قصد رکھتا ہے تو آپ نے بھی جنگ کی تیاری کا سامان کیا، اس وقت گرمی کی شدت تھی اور قحط سالی کی وجہ سے لوگ تنگدست تھے آپ نے فرمایا کہ" خدا کی راہ میں جس شخص سے جس قدر ممکن ہو وہ پیش کرے" صدیقؓ نے جو کچھ لونڈی غلام، سونا، چاندی، رکھتے تھے حضرت عثمانؓ نے تین سو اونٹ اور ہزار دینار پیش کئے اور اسی طرح اور لوگوں نے بھی پیشکش کیا یہاں تک کہ لڑائی کا سب سامان درست ہو گیا، آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم تبوک تشریف لے گئے، یوحنا" ایلہ" کا والی[1] تھا، اُس نے حاضر ہو کر جزیہ دینا قبول کیا اور ایسا ہی جربا والوں نے بھی کیا، اور اذرح والوں نے بھی سو دینار سالانہ دینے پر صلح کی، پیغمبر خدا نے دس روز تک تبوک میں قیام فرمایا مگر رومی مقابلہ کو نہیں آئے، اِس لئے آپؐ مدینہ کو واپس تشریف لے گئے۔

## وفود عرب

دسویں سال ہر طرف سے عرب کے ایلچی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور لوگ جوق جوق اسلام قبول کرتے تھے، جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے

---

[1] حکمران۔

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا

جب آئی مدد اللہ کی اور فتح اور دیکھا تو نے لوگوں کو کہ داخل ہوتے ہیں بیچ دین اللہ کے فوج فوج -

چنانچہ بنی اسد ، بنی تمیم ، زبید ، اور بنی فزارہ ، وغیرہ کے ایلچی حاضر ہوئے اور حمیر کے بادشاہوں نے بذریعہ تحریر کے اسلام قبول کیا -

اسی سال میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علیؓ ابن ابی طالب کی سرکردگی میں ایک وفد[1] یمن کو روانہ فرمایا ، ہمدان والوں نے جب حضور کے خط کا مضمون سُنا تو سب نے ایک ہی دن میں اسلام قبول کیا ، اور پھر یمن کے بہت سے گروہوں نے اسلام قبول کیا اور اسی سال ۲۵ ذی القعدہ کو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کو تشریف لے گئے ، اور حج[2] و قربانی کی ، اور ایک طولانی خطبہ ارشاد فرمایا -

## وفات جناب رسول اللہ

### صلے اللہ علیہ وسلم

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں قیام فرمایا ، جب دسواں سال ختم ہوا اور گیارہویں سال کا آغاز ہوا

---

[1] وفد منتخبہ آدمیوں کی اُس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی خاص غرض کے لئے کسی کے پاس بھیجی جائے وفد کی جمع وفود

[2] آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری حج تھا اس لئے اس حج کا نام حجۃ الوداع ہو گیا -

تو اواخر صفر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور دم بدم
آپ کی بیماری میں ترقی ہوتی جاتی تھی ایک روز فضل بن عباسؓ اور علیؓ ابن
ابی طالب رضی اللہ عنہما پر سہارا لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور مسجد میں
جاکر ممبر پر رونق افروز ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا کے بعد لوگوں کو مخاطب
کرکے فرمایا "اے لوگو اگر کسی کی پشت پر میں نے تازیانہ مارا ہو تو اسکے لئے
اِس وقت میری پشت موجود ہے، اور اگر کسی کو گالی دیکر پکارا ہو تو وہ
اِس وقت مجکو گالی دے کر پکارے اور اگر میں نے کسی کے مال میں سے
کچھ لیا ہو تو میرے مال میں سے لے اور اس بات کا کچھ خوف نہ کرے کہ
میرے دل میں کینہ پیدا ہوگا"

ایک شخص نے کہا آپ پر میرے تین درم قرض ہیں، آں حضرت نے
اُس کو ادا کر دیے اس کے بعد حضور نے اصحاب احد کے واسطے
دُعاے مغفرت مانگی اور مسلمانوں کو انصار کے ساتھ اچھا سلوک
کرنے کی وصیت فرمائی۔

جب بیماری نے زیادہ ترقی کی تو اُس وقت فرمایا کہ "دوات اور
کاغذ لاؤ تاکہ میں تمھارے واسطے کچھ لکھدوں کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ"
لوگوں نے بار بار دریافت کرنے اور بحث مباحثہ کرنے سے حضور کو
پریشان کر دیا تھا آپ نے فرمایا کہ "مجکو میرے حال پر چھوڑ دو کیوں کہ

میں جس عالم میں ہوں وہ اس عالم سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھکو بلاتے ہو"
اور وصیت فرمائی کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا اور سفیروں کے ساتھ
اس قسم کا برتاؤ کرنا جیسا میں کرتا تھا"

جب بیماری کی شدت ہوئی تو بلالؓ نے امامت نماز کے لئے دریافت
کیا تو فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں، ابوبکرؓ نے بعضوں کے
نزدیک سترہ نمازوں میں اور بعضوں کے نزدیک تین دن تک امامت کی
جس روز آں حضرت صلی اللہ علیہ نے رحلت فرمائی اُس روز آپ صبح کی
نماز میں تشریف لائے تھے اور آپ کے دیدار سے لوگوں کی ایسی حالت
ہوگئی تھی کہ نماز میں بھی اُن سے ضبط نہ ہوسکا، حضور نے اُن کی طرف
دیکھکر تبسم فرمایا۔

نزع کے وقت شدت تکلیف کی وجہ سے ہاتھ میں پانی لیکر بار بار
چہرۂ انور پر ڈالتے تھے اور یوں فرماتے تھے "بل الرفیق الاعلیٰ"

بارھویں ربیع الاول ۱۱ سنہ ہجری روز دوشنبہ کو حضور نے (تریسٹھ ۶۳ سال
کی عمر میں) اِس دنیا سے رحلت فرمائی !! علیؓ اور عباسؓ اور عباسؓ کے
دونوں لڑکے (فضل وقثم) و اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہم نے آپکو غسل
دیا اور کفن میں تین کپڑے دیے گئے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کے گھر میں جہاں آپ نے وفات پائی دوسرے دن دوپہر سے پہلے

دفن کئے گئے۔

## منشی وعمال

منشی | علی اور عثمان بن ولید خالد بن سعید ابان بن سعید علاء بن الحضرمی ابی ابن کعب زید بن ثابت معاویۃ بن ابی سفیان حنظلۃ الاسیدی آپ کے منشی تھے۔

عمال | صنعا میں ابو امیۃ بن المغیرہ حضرموت میں زیاد بن لبیۃ الانصاری طے میں عدی بن حاتم الطائی حنظلہ میں اسد و مالک بن نویرہ بحرین میں علاء بن الحضرمی وزبید اور مذحج میں خالد بن سعید عامل صدقات (صدقہ وصول کرنے والے افسر) تھے۔

## سلاح مبارک

آپ کے پاس حسب ذیل اسلحہ تھے

ذوالفقار جو بدر کے دن بطور غنیمت آئی تھی اور تین اور تلواریں تھیں جو بنی قینقاع کی غنیمت میں ملی تھیں جن میں سے ایک سیف قلعی تھی، ایک تبار ایک خنف تھی اور تین نیزے تھے، تین زرہیں تھیں جن کے نام سعدیہ، خضہ، ذات الفضول تھے، تین قسی (کمانیں) تھیں جو روحا، بیضا صفرا سے موسوم تھیں۔

# شمائل آں حضرت

## (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر و باطن میں سب لوگوں سے بہتر تھے آپ میں صبر، بُردباری، درگذر، فروتنی، شرم، مروت، مھربانی، متانت، حسن ادب، جوانمردی، دلیری، اور دیگر صفات حسنہ اِس قدر جمع تھیں کہ کسی ایک شخص میں نہ جمع ہوئیں اور نہ ہوں، آپ کا بدن مبارک ہمیشہ پاک و صاف رہتا تھا، اور آپ صاف ستھرے کپڑے پہنا کرتے تھے فصیح زبان و تیز ہوش، میانہ رو اور خوش خو تھے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی مگر کبھی آپ نے مجھے "اُف" تک نہ فرمایا، اور نہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہ کیا۔

ایک روز ایک اعرابی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک سے چادر کو اس طرح کھینچا کہ اُس کے حاشیہ کا نشان گردن مبارک پر پڑ گیا، اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی کے سینہ کی طرف مُڑ گئے، اُس نے عرض کیا "اے محمدؐ! جو مال تم کو تمھارے خدا نے دیا ہے اُس میں سے کچھ مجھکو بھی عطا کرو" آپ اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور مسکرائے اور اُس کو کچھ دینے کا اشارہ فرمایا۔

اہل مدینہ کی کنیزوں میں سے ایک کنیز تھی (جو ضعیف العمر تھی) اکثر اُس کے بازار کا کام کر دیتے اور وہ آپ کو جہاں چاہتی لے جاتی جنگ اُحد میں جب آپ زخمی ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ مشرکین کے لئے بدُعا کیجئے، آپ نے فرمایا "خدا نے مجھکو بد دعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا" اور فرمایا اللھم اھد قومي فانھم لا یعلمون اے خدا میری قوم واقف نہیں ہے اُس کو راہ راست پر لائے

آپ نے اپنے ہاتھ سے کسی کو کبھی نہیں مارا حتیٰ کہ خادمہ تک کو اپنے ہاتھ سے رنج نہیں پہونچایا اور جو تکلیف آپ کو پہونچتی اُس کا عوض کبھی نہ لیتے، جہاد کے سوا کسی وقت آپ نے کسی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا، اِس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر آپ کو دیا، اور اُس نے اقرار بھی کیا مگر آپ نے معاف کر دیا۔

تیغم والوں نے آپ کے قتل پر کمر باندھی تھی جب وہ گرفتار ہو کر آئے تو اُن کو رہا کر دیا۔

آپ جب کسی سے مصافحہ کرتے تو اُس وقت تک اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے جب تک کہ وہ خود نہ کھینچتا اور کبھی کسی نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ اپنے ہم جلیس سے پہلے اُٹھے ہوں۔

آپ اکثر خموش رہتے لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کو کنواری لڑکی سے

بھی زیادہ حیا تھی ، جب کسی چیز کو آپ پسند نہ کرتے تو لوگ آپ کے چہرہ مبارک سے جان لیتے ، کثرت شرم سے آپ کسی کے چہرہ پر نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے اور کسی کو ایسے الفاظ کے ساتھ مخاطب نہیں کرتے جو اُس کو پسند نہ ہوں ، بدی کا بدی کے ساتھ بدلہ نہ کرتے بلکہ درگذر اور معاف کر دیتے اُن سخت موقعوں میں کہ جن میں بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تھے آپ اپنی جگہ پر قائم اور ثابت قدم رہے۔

نرم گفتار ، نیک عادت ، اور خلیق و دلجو تھے ، لوگوں کے ساتھ تالیف قلوب کے ساتھ پیش آتے اور ہر قوم کے بزرگوں کی تعظیم کرتے اور سب کے ساتھ بیٹھتے جو جس کے لائق ہوتا اُس کے موافق برتاؤ کرتے مانگنے والوں کی حاجت پوری کرتے اور اگر پوری نہ کر سکتے تو شیریں کلامی سے دریغ نہ فرماتے ، جو کوئی آپ کو پکارتا آپ لبیک (حاضر) فرماتے ، اپنے دوستوں سے ملتے اور ہمکلام ہوتے اور اُن کے بچوں کو کھلاتے اور اپنی گود میں اُن کو بٹھاتے۔

ہر آزاد و غلام اور کنیز و مسکین کی دعوت قبول فرما لیتے ، اور اپنے نوکر کے ساتھ طعام تناول فرماتے اور عیادت کے لئے مدینہ میں بہت دور دور تک تشریف لے جاتے ، عذر کرنے والوں کا عذر قبول فرماتے اور اپنے دوستوں کو ساتھ سلام اور مصافحہ کرنے میں سبقت کرتے اور جو کوئی آپ کے پاس آتا اُس کی عزت کرتے

اور کبھی اُس کو لئے چادر بچھاتے اور اپنا تکیہ اس کے لئے بڑہا دیتے اور دوستوں کو بہتر نام اور کنیت کے ساتھ یاد فرماتے اور کسی کی بات کو قطع نہ کرتے تھے، آپ سب لوگوں سے زیادہ خوش خلق اور ہنسمکھ تھے۔ جب آپ کی رضاعی بہن شیما کو لوگ لائے تو آپ نے اُس کے لئے چادر بچھائی اور جب آپ کا رضاعی بھائی آیا تو اُس کی تعظیم کے لئے اُٹھے اور اُس کو اپنے پاس بٹھایا اور ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ کو جس نے سب سے پہلے آپ کو دودھ پلایا تھا، ہمیشہ زر نقد اور کپڑا بھیجتے، جب وہ مرگئی تو اُس کے اقربا کا حال دریافت کیا مگر اُن میں کوئی باقی نہ رہا تھا، ہر شخص کے ساتھ تواضع سے پیش آنے کو پسند فرماتے تھے، ایک روز اپنے دوستوں کے ساتھ تشریف لے گئے سب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے، آپ نے فرمایا عجمیوں کی طرح کھڑا ہونا نہ چاہیئے، آپ فرماتے تھے میری حیثیت سے زیادہ میری تعریف نہ کرو، جیسے نصاریٰ مریم کے بیٹے کی تعریف کرتے ہیں، میں ایک بندہ ہوں اس لئے مجکو عبد اللہ اور رسول اللہ کہا کرو، اور فرماتے تھے کہ مجکو دوسرے پیغمبروں کے اوپر فضیلت مت دو۔

ایک روز بازار تشریف لے گئے اور ایک پیرہن خرید کیا بیچنے والے نے اپنی جگہ سے اُٹھکر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا، آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا کہ عجم والے اپنے بادشاہوں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں اور میں تم

ہی جیسا ایک آدمی ہوں یعنی تمھارے برابر ہوں۔

جب بنی عامر کے وفد نے کہا کہ آپ ہمارے سید ہیں تو فرمایا "سید خدا ہے"

آپ کی مجلس نہایت مہذب ہوتی تھی، اُس میں نہ کوئی زور سے بات کرتا، نہ کوئی کسی کی برائی کرتا، اور جب آپ کلام کرتے تو تمام اہل جلسہ ادب کے ساتھ نیچا سر کئے ہوئے سُنتے، اور جب کسی قوم کے ہاں تشریف لے جاتے تو مجلس کے اخیر میں بیٹھتے اور ہر وقت نظر نیچی رکھتے اور آپ کا دیکھنا اس سے زیادہ نہ تھا کہ ایک نظر دیکھ لیتے، اکثر خاموش رہتے اور جب کلام کرتے تو ایک ایک بات جدا ہوتی، کوتاہی اور فضول گوئی نہیں ہوتی تھی۔

آپ نہایت سہولت اور آہستگی سے باتیں کرتے اگر کوئی چاہتا تو اُن کے حروف بھی شمار کر لیتا۔

خوشبو کو آپ پسند کرتے، اور اکثر استعمال میں لاتے۔

آپ سامان معیشت زیادہ نہیں رکھتے تھے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کبھی تین روز تک متواتر سیر ہو کر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی زیادہ تر آپ کی غذا کھجوریں اور پانی تھی، آپ کا بستر چمڑے کا تھا اور اُس میں کھجور کی چھال بھری رہتی تھی۔

جود و ایثار بہت پسند تھا اور اگلے دن کے لئے آپ کچھ باقی نہیں رکھتے تھے؛ ایک مرتبہ نوے ہزار درہم آپ کے پاس لائے گئے،

آپ نے اُن کو چٹائی پر رکھ کر سب کو تقسیم کر دیا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور اُس نے کچھ مانگا، آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو نہیں ہے، لیکن جب میرے پاس آئے گا تو میں تجکو دوں گا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "جس چیز کو آپ نہیں کر سکتے اُس کی تکلیف آپ کو خدا نے نہیں دی" یہ بات آپ کو ناگوار معلوم ہوئی، پھر ایک انصاری نے کہا "اے رسول اللہ آپ خوب دیجئے اور اِس کا خوف نہ کیجئے کہ اللہ روزی تنگ کرے گا، یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرہ پر خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے، اللہ نے آپ کو "جوامع الکلم"[1] عطا فرمائے کہ تھوڑی عبارت میں بہت سے معنی بیان فرماتے پس نہایت مناسب ہی کہ اس کتاب کا اختتام آپ کے ان چند اقوال مبارک پر ہو جو حکمت سے بھرے ہونے کے علاوہ فصاحت اور بلاغت میں درجہ کمال کو پہونچے ہوئے ہیں۔

---

[1] جوامع الکلم اُن جملوں کو کہتے ہیں جو الفاظ میں کم ہوں اور معنی و مطلب کے لحاظ سے وسیع ہوں۔

# جوامع الکلم

(۱) الاعمال بالنیات (۲) الناس معادن (۳) ماھلک امرأ عرف قدرہ
(۴) المستشار مؤتمن (۵) المرء مع الخیار ما لم یتکلم (۶) لاخیر فی صحبۃ
من لا یری لک ما تری لہ (۷) رحم اللہ عبدا قال خیرا فغنم او سکت فسلم (۸)
ذوالوجھین لا یکون عند اللہ وجیھا (۹) الناس کاسنان المشط۔
(۱۰) المرء مع من احب (۱۱) المسلمون تتکافؤ دماءھم (۱۲) الید العلیا
خیر من الید السفلی (۱۳) خیر الامور اوساطھا (۱۴) لا یلدغ المؤمن
من حجر مرتین (۱۵) السعید من وعظ بغیرہ (۱۶) الوحدۃ خیر من
جلیس السوء (۱۷) ایاک و کثرۃ الضحک فانہ یمیت القلب (۱۸) قل
الحق وان کان مرا (۱۹) غضوا ابصارکم وکفوا ایدیکم (۲۰) اکرمھم
عند اللہ اتقاھم (۲۱) حبک الشیء یعمی ویصم (۲۲) لا یرحم اللہ من لا
یرحم الناس (۲۳) المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا (۲۴) خیر
العمل ما قل ودام (۲۵) اذا لم تستحی فاصنع ما شئت (۲۶) انزلوا الناس
منازلھم (۲۷) المؤمن مرأۃ المؤمن (۲۸) کبرت خیانۃ ان تحدث اخاک
حدیثا ھو لک مصدق بہ وانت کاذبہ

# ترجمہ جوامع الکلم

(۱) اعمال کا مدار نیت پر ہے (۲) انسان کانیں ہیں (یعنی جس طرح ایک کان میں سے ایک ہی قسم کے جواہر نکلتے ہیں اُسی طرح ایک گروہ او قبیلہ میں خاص خاص مذاق اور طبائع کے لوگ ہوتے ہیں (۳) جس نے اپنی قدر پہچانی نجات پائی (۴) مشورے کے لئے معتمد آدمی چاہیے (۵) مرد نہ کہی ہوئی بات پر اختیار رکھتا ہے (۶) ایسے شخص سے ملنا بیکار ہے کہ جو کچھ تو اُس کے واسطے چاہے وہ تیرے واسطے نہ چاہے (۷) نیک آدمی وہ ہے جس نے اچھا کام کیا اور فائدہ پہونچایا، چپ رہا اور رہائی پائی، (۸) منافق کی خدا کے سامنے کچھ عزت نہیں ہے (۹) لوگ کنگھی کے دانتوں کی مانند ہیں (۱۰) مرد اپنے دوست کے ساتھ ہے (۱۱) مسلمانوں کا خون باہم برابر ہے (۱۲) اونچا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے (۱۳) اوسط کام سب کاموں سے بہتر ہے۔ (۱۴) مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جائیگا (۱۵) نیک بخت دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے (۱۶) بُرے ہم نشینوں سے تنہائی بہتر ہے (۱۷) زیادہ نہ ہنسو کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ (۱۸) سچی بات کہہ اگرچہ کڑوی ہو، (۱۹) آنکھ زمین پر اور ہاتھ آستین میں کہ۔

(۲۰) خدا کے نزدیک وہ زیادہ شریف ہے جو پرہیزگار زیادہ ہے (۲۱) محبت تجکو اندھا اور بہرا کرتی ہے (۲۲) جو شخص آدمیوں پر مہربانی نہیں کرتا خدا اُس پر مہربان نہیں ہوتا (۲۳) مُسلمان لوگ مثل ایک بنیاد کے ہیں کہ اجزا اُن کے ایک دوسرے سے قوت پکڑے ہوئے ہیں (۲۴) اعمال میں سے بہتر عمل وہ ہے کہ جو اگرچہ تھوڑا ہو لیکن ہمیشہ ہونے والا ہو (۲۵) اگر تجھے شرم نہیں ہے تو جو چاہے کر (۲۶) ہر شخص کی قدر و منزلت کا لحاظ رکھ۔ (۲۷) مسلمان ایک دوسرے کے لئے آئینہ ہے (۲۸) یہ بڑی خیانت ہے کہ اپنے بھائی سے جھوٹی بات کو اس طرح بیان کرے کہ وہ اُس کو سچ سمجھے